تعمیرِ حیات

★

شعبۂ تعمیر و ترقی
دار العلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

★

مسافرانہ زندگی

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا شانہ پکڑ کر فرمایا دنیا میں اسطرح رہو جیسے مسافر یا راہگیر۔ حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ جب شام ہو تو صبح کا انتظار نہ کرو اور صبح ہو تو شام کا انتظار نہ کرو۔ صحت میں مرض اور زندگی میں موت کے لئے سامان کر لو۔

★

۲۱ شوال ۱۳۹۱ھ مطابق
۱۰ دسمبر ۱۹۷۱ ع

چندہ سالانہ آٹھ روپیہ ۔ قیمت فی پرچہ ۳۵ پیسے

Regd No. L 1981

FORTNIGHTLY Phone 22948

TAMEER-E-HAYAT

Darululoom Nadwatululama, Lucknow. (India)

الادب العربی
بین عرض و نقد
(قیمت صرف چار روپے)

معلم الانشاء

جزیرۃ العرب

تذکرہ
حضرت مولانا فضل رحمٰن

دہلی اور اسکے اطراف

ملنے کا پتہ

مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

Cover Printed at Nadwa Press Lucknow

۱۰ر دسمبر ۱۹۷۱ء

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

مطابق

۲۱ر شوال سنہ ۱۳۹۱ھ

شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد (۹) ——— شمارہ (۳)

چندہ

سالانہ ۸ روپے

ششماہی ۴ روپے

فی کاپی ۳۵ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالم ہمہ ویرانہ زچنگیزیِ افرنگ

از: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مغرب کے ناقابلِ انکار علمی و صنعتی تفوق کو سامنے رکھ کر جس سے آنکھیں بند کر لینا نہ عقل کا تقاضہ ہے نہ مذہب کی تعلیم اور نہ عملاً ممکن، عالمِ اسلام کے سامنے صرف دو راستے رہ جاتے ہیں، ایک تو یہ کہ اس سے مسحور ہو کر اس کے پورے فلسفۂ زندگی، اس کے تصورِ کائنات، اس کے مابعد الطبیعاتی عقائد و تصورات، اس کے عمرانی و اجتماعی نظریات، اس کے اخلاقی نقطۂ نظر، اور اس کے مسلکِ زندگی کو جوں کا توں قبول کر لیا جائے اور اپنی ہستی کو اس کے سانچہ میں یکسر ڈھال دینے کی کوشش کی جائے، اس حقیقت سے قطع نظر کہ یہ ایک کھلی اور ہمہ گیر ارتداد اور روحانی و ذہنی خودکشی کے مرادف ہوگا۔ اور اس انسانیت کے ساتھ غداری اور بے وفائی جس کی آخری آس نبی خاتم کی اسی امت سے لگی ہوئی تھی، ایک ایسی غیر ضروری محنت اور سعیِ لاحاصل ہے، جس کا نتیجہ طویل ذہنی و ذہنی کشمکش، روحانی بے چینی، انسانی طاقتوں کے ضیاع، اور اضاعتِ وقت کے سوا کچھ نہیں، یہ ایک ایسی بنی بنائی مستحکم عمارت کی تحریک ہے، جس کے ملبہ پر دوسری عمارت تعمیر کرنے کے لئے نہ مواد خام موجود ہے، نہ تعمیری صلاحیتیں نہ آب و ہوا اور ماحول سے مناسبت، نہ ماضی سے ارتباط، عالمِ اسلام کے جن جن گوشوں اور جن اسلامی ملکوں میں یہ کوشش کی گئی، ناکام رہی اور جب بھی اس مصنوعی اور غیر طبعی اقتدار کی گرفت ڈھیلی ہوئی اور عوام کو اپنی پسند اور ناپسند کے اظہار کا موقع ملا، انھوں نے فوراً اس جبول کو اتار پھینکا جو ان کے جسم پر قطع ہوئی تھی، اور نہ ان کے مزاج کے مطابق تھی آج ترکی میں یہی نظر آرہا ہے اور مصر و شام میں بھی عنقریب یہی پیش آنے والا ہے!

دوسرا راستہ یہ ہے کہ مغرب سے علم و صنعت، ٹکنالوجی اور سائنس، اور ان علوم و تحقیقات میں جن کا تعلق تجربے، حقائق و واقعات، اور انسانی محنت و کاوش پر ہے، فراخ دلی کے ساتھ استفادہ کیا جائے، پھر ان کو ان مقاصد کے لئے اپنی خداداد ذہانت اور اجتہاد کے ساتھ ان اعلیٰ مقاصد کا تابع اور خادم بنایا جائے جو آخری نبوت، اور آخری صحیفہ نے ان کو عطا کئے اور جن کی وجہ سے ان کو خیر امت، اور آخری امت کا لقب ملا ہے وسائل اور مقاصد کا یہ خوشگوار امتزاج جس سے سردست مغرب بھی محروم ہے اور مشرق بھی کہ مغرب تنہا ظاہری وسائل کا سرمایہ دار ہے اور صالح مقاصد میں محض تہی دامن اور مشرق (اسلامی) صالح مقاصد کا واحد اجارہ دار ہے اور موثر وسائل سے یکسر محروم، مغرب کو سب کچھ سکتا ہے لیکن کرنا نہیں جانتا، اور صحیح الفاظ میں کرنا نہیں جانتا، اسلامی مشرق کرنا سب کچھ چاہتا ہے لیکن کر کچھ نہیں سکتا، یہ صحت مند و صالح امتزاج دنیا کی قسمت بدل سکتا ہے اور اس کو خودکشی، و خودسوزی کے راستے سے ہٹا کر فلاحِ دارین، اور سعادتِ ابدی کے راستہ پر ڈال سکتا ہے، یہ ایسا کارنامہ ہوگا جو تاریخ کے دھارے اور دنیا کی قسمت کو بدل کر رکھ دے گا، یہ کارنامہ وہی امت انجام دے سکتی ہے، جو آخری پیغمبر کی جانشین، اور اس کی تعلیمات کی حامل و امین ہے، اس بنا پر عالمِ اسلام کا حقیقی نعرہ جس سے اس کے دشت و جبل کو بجنے چاہئیں، یہ ہے کہ ؎

عالم ہمہ ویرانہ زچنگیزیِ افرنگ

معمارِ حرم باز بہ تعمیرِ جہاں خیز

مشرق کے ایک باہمت اور حوصلہ مند جاپان نے اس اقدام کا ایک نہایت محدود، اور اسلامی نقطۂ نظر سے بہت پست معیار کا تجربہ کیا اس نے مغرب کے علم و صنعت سے ایسا استفادہ کیا کہ استاد و شاگرد میں فرق کرنا مشکل ہوگیا اسی کے ساتھ اس نے اپنے معتقدات، اور اپنے تہذیبی خصائص و روایات کو قائم رکھا لیکن بدقسمتی سے اس کے

قرآن کا پیام

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۝ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَاۗىِٕبِيْنَ ۝ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّھُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(وہ وقت یاد کیجئے) جب آپ مومنین سے کہہ رہے تھے کہ کیا یہ تمہارے لئے کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار تمہاری مدد تین ہزار اتارے ہوئے فرشتوں سے کرے، کیوں نہیں، بشرطیکہ تم نے صبر و تقویٰ قائم رکھا، اور اگر وہ تم پر فوراً آ پڑیں گے، تو تمہارا پروردگار تمہاری مدد پانچ ہزار نشان کئے ہوئے فرشتوں سے کرے گا، اور یہ تو اللہ نے اس لئے کیا کہ تم خوش ہو جاؤ اور تمہیں اس سے دلجمعی حاصل ہو جائے، ورنہ نصرت تو بس زبردست اور حکمت والے اللہ ہی کی طرف سے ہے، اور یہ نصرت اس غرض سے تھی) تاکہ کفر کرنے والوں میں سے ایک گروہ کو ہلاک کر دے یا انھیں خوار کر دے کہ وہ ناکام ہو کر واپس جائے، آپ کو اس امر میں دخل نہیں (اللہ) خواہ انھیں عذاب دے اس لئے کہ وہ ظالم ہیں۔ اور اللہ ہی کی ملک ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، وہ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب دے۔ اور اللہ بڑا مغفرت والا ہے بڑا رحمت والا ہے۔

(جو آسمان سے خاص اسی غرض کے لئے اتارے گئے ہوں)

اذ تقول۔ میں ذکر اس وقت کا ہے جب میدانِ بدر میں یہ خبر آگئی تھی کہ غنیم کو زبردست کمک پہنچ گئی ہے اور آپ مومنین کو تسلی دے رہے تھے۔

الن یکفیکم۔ تمہارے لئے کافی نہیں، یعنی کیا تمہاری تسکین و تسلی کے لئے یہ کافی نہیں۔

بلیٰ ان تصبروا و تتقوا۔ امدادِ غیبی کے موقع پر صفتِ ربوبیت کا اظہار اور وہ بھی مخاطبین کی اضافت کے ساتھ بہترین پیرایۂ بلاغت و اسلوبِ بیان ہے۔ آج کے ماہرینِ فنِ حرب کے نزدیک بھی خوب روشن ہے کہ سپاہ کی ہمت قائم رکھنا، یعنی (morale) کا درست رکھنا جنگ میں کامیابی کا ایک بڑا اور اہم عنصر ہے۔

(میدانِ جنگ میں اور اطاعتِ رسولؐ سے منہ نہ موڑا) غور کرکے دیکھ لیا جائے اور صبر و ثبات اور اطاعتِ رسولؐ بہت۔ جنگِ احد سے قبل امت کے سپہ سالارِ اعظمؐ نے جو خطبہ اپنی سپاہ کے سامنے دیا تھا، اور جو حدیث کی کتابوں میں منقول چلا آتا ہے اس میں یہ مضمون خصوصیت کے ساتھ تھا کہ اگر ثابت قدم رہو گے تو اللہ تمہیں کو مظفر و منصور کرے گا، پھر شکست اور تنازع میں ثابت قدم رہو اور فتح تمہی کو نصیب ہوگی۔

اور یہ شرط بڑی اہم تھی اور اس کی اہمیت کا عملی ظہور تیر دوسرے ہی سال جنگِ احد میں ہو گیا۔ جہاں خدا مدد دینے والا تھا، مسلمان امداد کے محتاج، لیکن تیر اندازوں نے حکمِ رسولؐ کی صحیح حفاظت نہ کی اور اسباب ظاہر پر تکیہ کیا، اللہ نے امدادِ غیبی فرشتوں سے نہیں کی اور میدان

صورتِ حال اس کے برعکس رہی تو نکو کی کے ایک حصہ نے عدولِ حکمی کی اور یہاں اعتماد خاص اپنی طاقت پر ہونے لگا۔ اللہ نے ایک وقت کے لئے امداد سے دست کشی کر لی اور شکست کا تجربہ بھی کرا دیا حصولِ برکت و نزولِ برکت کے لئے بڑی شرط بندوں کی طرف سے اطاعت و انقیاد ہے۔

اور اچانک حملہ کی حالت میں امدادِ بشری عادۃً ممتنع ہوتی ہے۔

یاتوکم۔ کے فاعل وہی مخالفین و معاندین ہیں۔

من فورھم۔ یعنی بالکل اچانک

(اور تمہاری ہمت و حوصلہ کے لئے کتنی بڑی خوش خبری ہے!!)

مسومین۔ یعنی کسی امتیازی علامت کے ساتھ ممتاز۔

رہا یہ امر کہ واقعۃً نزولِ ملائکہ ہوا اور انھوں نے کافروں سے قتال کیا، تو قرآن اس باب میں خاموش ہے اور روائتیں میں قول دونوں قسم کے ملتے ہیں۔ دلیلِ قطعی کسی فریق کے پاس نہیں۔

عامر شعبی کی روایت ہے کہ مسلمانوں کو خبر یہ پہنچی تھی کہ مشرکین کی امداد کے لئے کرز بن جابر محاربی آرہا ہے، اس خبر کو مسلمانوں نے دل سے دور کیا انھیں ڈھارس بندھانے کے لئے ان سے کہا گیا کہ تمہاری کمک پر بھی تو فرشتوں کے جھنڈ موجود ہیں، لیکن ادھر نہ کرز مع اپنی جماعت کے آیا اور نہ ادھر فرشتوں کو قتال کی ضرورت پڑی۔

علامہ آلوسی بغدادی نے لکھا ہے کہ اگر اس کلام کا تعلق غزوۂ احد سے ہو تو ظاہر ہے کہ اس موقع پر امدادِ ملائکہ نہیں ہوئی اور غزوۂ بدر سے ہے تو یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔

اکثر کا قول یہ ہے کہ بدر میں امدادِ ملائکہ نازل ہوئی تھی لیکن ابو الحسیم تابعی کو اس سے شدید انکار ہے۔

پھر ایک سوال یہ پیدا ہوا کہ نزولِ ملائکہ سے بدر میں نصرت

کس طور پر ہوئی ہے آیا انھوں نے واقعی قتال کیا یا یہ کہ مسلمانوں کے دل کو قوی کر دیا اور مشرکین کے دل پر رعب بٹھا دیا۔

(نہ کہ فرشتوں یا اور کسی مخلوق کی طرف سے)

یہاں صاف طور پر بتا دیا کہ حقیقتۃً منصرف ذاتِ باری تعالیٰ ہے، فرشتے ہوں یا کوئی اور کسی کا ذریعۂ امداد ہونا سبب ظاہری یا سبب قریبی کے درجہ سے زیادہ نہیں ـــ ملائکہ پرستی، دیوتا پرستی کی جڑ یہیں سے کٹ جاتی ہے ضمناً اس جانب بھی اشارہ ہو گیا کہ اسلام کی کامیابی اور فتح مندی حقیقتاً تمام تر تائیدِ غیبی کا نتیجہ ہے

وما جعلہ۔ میں ضمیر اسی وعدۂ امدادِ ملائکہ کی جانب ہے

الا بشریٰ لکم و لتطمئن قلوبکم بہ۔ یعنی یہ تو فتح و نصرت کا صرف مقدمہ تھا۔

وما النصر۔ سے مراد نصرتِ حقیقی و واقعی ہے۔

العزیز۔ وہ اس پر قادر کہ جب اور جس کو چاہے بلا اسبابِ ظاہری بلکہ خلافِ اسبابِ ظاہر فتح دلا دے اور کامیاب کرا دے۔

الحکیم۔ عام نظامِ بشری کی رعایت سے اسبابِ ظاہری جمع کر دینے والا۔

ذکر ابھی غزوۂ بدر کا چل رہا ہو اور اشارات و تلمیحات اسی کی جانب ہیں۔

لیقطع طرفاً۔ قطع۔ یہاں ہلاک کرنے کے معنی میں ہے

ل۔ پر تعلق آیت قبل کے نصر کے ساتھ ہے

حجاج کرام سے خطاب

(مولانا محمد منظور احمد نعمانی)

الحمد للہ الذی ھدانا لھٰذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق صلوات اللہ تعالیٰ علیھم وعلی کل من اتبعھم باحسان۔

امّا بعد۔ میرے خوش نصیب بھائیو! میں سب سے پہلے اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسے وقت آپ حضرات کے پاس پہونچا دیا جب کہ آپ حج کے ارادے سے اپنے گھروں سے چل کر یہاں بمبئی پہنچ گئے ہیں اور ان شاء اللہ پرسوں جہاز سے حجاز مقدس کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔ میں اس کو اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات سے حج کے بارے میں کچھ باتیں کرنے اور کچھ مشورے دینے کا اللہ تعالیٰ نے مجھے موقع نصیب فرمایا ہے۔ اسی سے دعا ہے کہ وہ اچھی مفید اور کام کی باتیں کہلوائے اور آپ بھائیوں کو قبول کرنے اور ان سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے اور مجھے بھی آپ کی برکتوں اور دعاؤں میں شریک فرمائے۔

میرے بھائیو! میرا سب سے پہلا مشورہ اور سب سے پہلی نصیحت یہ ہے کہ آپ اس کو محسوس کریں اور سوچیں کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا فضل و کرم ہوا ہے کہ اس نے حج کا خیال آپ کے دلوں میں ڈالا اور پھر اسباب بھی مہیا فرما دیے اور آپ کو یہاں تک پہونچا دیا اور ان شاء اللہ چند روز کے بعد آپ اللہ پاک کے مقدس شہر مکہ معظمہ میں اور اس کے پاک گھر بیت اللہ شریف پہنچ جائیں گے۔ پرانے زمانے میں لوگ اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر اور گویا سر سے کفن باندھ کر حج کا یہ مبارک اور مقدس سفر کیا کرتے تھے۔ اس لئے ان کے دلوں میں حج کی عظمت بڑی ہوتی تھی اور وہ اس کو اللہ تعالیٰ کا بہت عظیم احسان اور خاص الخاص احسان سمجھتے تھے کہ انھیں اس کی توفیق ملی۔ اب حج بہت آسان ہو گیا ہے اس لئے اب پہلے والی عظمت باقی نہیں رہی۔ بہت سے لوگوں کا حال تو یہ دیکھا ہے کہ وہ حج کا سفر بھی بس اسی طرح کرتے ہیں جس طرح دنیا کے دوسرے سفر کرتے ہیں۔

تو آپ کو میری نصیحت اور پہلا مشورہ بس یہ ہے کہ تنہائیوں میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے اس انعام و احسان کے بارے میں غور کریں کہ اس نے آپ کو اس مبارک سفر کی توفیق دے کر کتنا بڑا احسان فرمایا ہے اور دعا کریں کہ وہ آپ کو حقیقی حج نصیب فرمائے۔

میرے بھائیو! ہم سب پر اللہ تعالیٰ کے بیشمار احسانات اور بے حساب انعامات ہیں ان کی ہر نعمت کا شکر واجب ہے لیکن سب سے بڑی نعمتیں وہ ہیں جن کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور مرنے کے بعد جنت ملنے والی ہے، یعنی ایمان اور ایمان والے اعمال جیسے نماز، حج اور اسی طرح دوسرے دینی اعمال۔ — حج اس سلسلہ کے اعمال میں آخری اور تکمیلی عمل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "الحج یھدم ما کان قبلہ" یعنی حج (اگر صحیح اور حقیقی حج ہو تو) زندگی بھر کے پچھلے سارے گناہوں کو سوخت کر دیتا ہے اور اس سے عمر بھر کے گناہوں کی صفائی ہو جاتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے: "والحج المبرور لیس لہ جزاء الا الجنۃ" یعنی حج جو ٹھیک ٹھیک ادا کیا گیا ہو اس کا صلہ تو بس جنت ہے۔

بہت سے اولیاء اللہ خاص کر ہمارے اس ملک ہندوستان میں ایسے گزرے ہیں میں ان میں سے آپ کو بہت سوں کے نام بھی بتا سکتا ہوں جن کو عمر بھر حج کی حسرت و آرزو رہی لیکن زندگی بھر انھیں اس کا موقع نہ ملا اور وہ اس حسرت و تمنا کو اپنے سینوں اور دلوں میں لئے ہوئے اللہ کے ہاں پہنچ گئے۔ یہ صحیح ہے کہ اس سے ان کے مرتبے میں کوئی کمی نہیں آئی ہم ان کی خاک پا کے برابر بھی نہیں لیکن سوچئے کہ اللہ نے آپ کو اس کی توفیق دی، اور اس کا سامان فراہم کر دیا اور ان شاء اللہ ۸-۱۰ دن کے بعد آپ مکہ معظمہ اور اس بیت اللہ شریف پہنچ جائیں گے جس کی طرف رخ کر کے اب تک غائبانہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ سوچئے اور بار بار سوچئے کہ مالک الملک کا آپ پر کتنا بڑا فضل اور احسان ہے......!

اللہ تعالیٰ کی کوئی مثال نہیں صرف سمجھانے کے لئے ایک مثال دیتا ہوں۔ فرض کیجئے دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ بلکہ بادشاہوں کا بادشاہ ہو اس کا عالیشان دربار ہو۔ اس میں اس کا تخت شاہی ہو دور دور تک نہایت قیمتی اور صاف ستھرا فرش فروش قالین وغیرہ بچھے ہوئے ہوں۔ ایک گندا کپڑا جو نجاست و غلاظت میں بھرا ہوا ہو۔ تخت شاہی تک پہونچنے کے لئے اگر فرش کی طرف رینگنے لگے تو صفائی کرنے والے خاکروب اپنی جھاڑو سے اسے دور پھینک دیں گے — اللہ تعالیٰ مالک الملک اور احکم الحاکمین ہے۔ دنیا کے بادشاہوں کی اس کے سامنے کوئی حیثیت اور کوئی حقیقت نہیں، مکہ معظمہ اس کا مقدس محترم شہر ہے۔ اس میں مسجد حرام، اس دنیا میں گویا اس کا دربار عالی ہے اور بیت اللہ اس کی خاص تجلی گاہ اور گویا تخت شاہی ہے۔ ہم گندے بندے جو گناہوں اور نافرمانیوں کی بے حساب غلاظت اور گندگی اپنے اندر باہر اور ظاہر و باطن میں لئے ہوئے ہیں ہرگز اس لائق نہیں کہ اس مقدس شہر اور اس بارگاہ عالی تک جا سکیں، اگر اللہ کے فرشتے ہم کو کوڑے مار مار کر دور کر دیں اور وہاں سے نکال دیں تو ہم اسی قابل اور اسی کے مستحق ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جو ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین ہے اس کا یہ کرم و احسان ہے کہ ہماری ان ساری گندگیوں کے ساتھ ہمیں وہاں تک پہونچنے کی اجازت ہے صرف اجازت ہی نہیں بلکہ ہمیں بلایا جاتا ہے ہمیں اس کا موقع دیا جاتا ہے کہ اس کی خاص تجلی گاہ بیت اللہ شریف تک پہونچیں، حجر اسود کو جسے حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ کے دست مبارک کے قائم مقام بتایا گیا ہے بوسہ دیں اور بیت اللہ سے چمٹیں، میرے بھائیو! سوچو! اور تنہائیوں میں بیٹھ بیٹھ کر سوچو کہ ہم گندے بندوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا احسان اور کرم ہے اور پھر خوب دل سے شکر ادا کرو۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے "لئن شکرتم لازیدنکم" (یعنی اے بندو! اگر تم میرے احسان اور کرم کا شکر ادا کرو گے تو میں اور زیادہ نعمتوں سے نواز دوں گا) — تو میرا سب سے پہلا مشورہ اور پہلی نصیحت آپ سب خوش نصیب بھائیوں کو یہ ہے کہ برابر دل سے اس کا دھیان کرتے رہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو نعمت نصیب فرمائی ہے ہم بالکل اس کے مستحق اور اس کے قابل نہ تھے، ہمارا ظاہر گنہ گار ہے، ہمارا باطن گنہ گار ہے، ہمارے پاؤں گنہ گار ہیں، ہمارے ہاتھ گنہ گار ہیں، ہماری آنکھیں گنہ گار ہیں، ہم سر سے پیر تک گنہ گار اور گندے ہیں ہم ہرگز اس قابل نہ تھے کہ ہمیں اس کے دربار کی حاضری نصیب ہوتی۔ اس نے کرم فرمایا ہے اور یہ اس کا احسان ہے۔ تنہائیوں میں بیٹھ بیٹھ کر اس بات کا دھیان دیجئے اور شکر ادا کیجئے اور شکرانے کی نیت سے

نوافل پڑھیے۔

اس کے بعد میرا دوسرا مشورہ اور آپ بھائیوں کو میری دوسری نصیحت یہ ہے کہ جس طرح ہمارا ایک جسم اور ایک قالب ہو اور ایک ہماری روح ہے جو جسم ہی میں ہے مگر نظر نہیں آتی۔ حالانکہ اصل وہی ہے چنانچہ آدمی جب مر جاتا ہے اگرچہ اس کا قالب اور جسم سب موجود ہوتا ہے، ہاتھ پاؤں، آنکھ کان ناک غرض ہر چیز موجود ہوتی ہے۔ صرف روح نکل جاتی ہے تو سمجھا جاتا ہے کہ آدمی نہیں رہا۔ اور پھر اس جسم کو گھر میں رکھنے کے قابل نہیں سمجھا جاتا۔ قبرستان میں لے جا کر دفن کر دیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے اعمال کا بھی ایک جسم اور قالب ہوتا ہے۔ اور ایک ان کی روح ہوتی ہے مثلاً نماز، اس کے جو ظاہری اعمال اور ارکان ہیں جیسے قبلہ رو دست بستہ کھڑے ہونا اور بیٹھنے کے موقع پر بیٹھنا، اور رکوع و سجود وغیرہ یہ سب گویا نماز کا قالب اور اس کی صورت ہے اور نیت اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا دھیان اور اس کی طرف توجہ یہ گویا نماز کی روح ہے اور بالفرض نماز کی یہ روح نماز میں نہ ہو تو نماز حقیقی نماز نہ ہوگی بلکہ صرف نماز کی صورت ہوگی اور اللہ کے یہاں اس کی کوئی قیمت نہ ہوگی اور قیامت میں منہ پر مار دی جائے گی بالکل ایسے ہی حج کو سمجھنا چاہئے۔ ایک حج کا ظاہر اور قالب ہے وہ تو ہے آپ کا یہ سفر کرنا، پھر وقت آنے پر احرام کے کپڑے جسم پر لپیٹ لینا، پھر مکہ معظمہ پہونچ کر طواف کرنا، سعی کرنا اور منیٰ و عرفات جانا وغیرہ وغیرہ اور اس کی روح ہے صحیح نیت اللہ تعالیٰ کی محبت و عظمت اور اس کی طرف توجہ۔ تو اگر خدانخواستہ کسی کو یہ روح نصیب نہیں ہوئی تو اس کا حج مردہ اور بے روح ہوگا اس لئے میری دوسری نصیحت اور دوسرا مخلصانہ مشورہ آپ بھائیوں کو یہ ہے کہ آپ حج کے بارے میں اپنی نیت اپنے ارادہ اور اپنے خیال کو درست کریں اور اس کی کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت اور اس کی طرف توجہ آپ کو نصیب رہے — بہت سے بھائیوں کے دل میں بس یہ ہوتا ہے کہ مکہ شریف دیکھیں گے، مدینہ شریف دیکھیں گے اور یہ دیکھیں گے اور وہ دیکھیں گے، بلاشبہ یہ سب بھی آپ کو نصیب ہوگا، لیکن حج کے سلسلے میں آپ کی اصل نیت بس یہ رہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہو، اور اس کی رضا و رحمت نصیب ہو، اور جنت و مغفرت مل جائے اگر آپ کی نیت صحیح ہوگی تو ان شاء اللہ آپ کا حج بھی صحیح ہوگا اور آپ کا وقت بھی صحیح گزرے گا۔ اور اگر نیت کو صحیح کرنے کا اہتمام نہیں کریں گے اور اپنے دل کی حفاظت نہیں کریں گے تو یاد رکھئے مکہ شریف اور مدینہ شریف پہنچ کر بھی آپ بازار و گلیوں میں گھومیں گے — اپنے تجربہ کی بنا پر بڑے خلوص سے میں آپ کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ آپ اس پورے سفر کے لئے یہ وظیفہ مقرر کر لیں کہ روزانہ صبح کو اللہ کی اس عظیم نعمت کا شکر ادا کیا کریں کہ اس نے آپ پر یہ کرم فرمایا، اور اپنی نیت اور دل کے رخ کو صحیح کیا کریں اور اللہ سے دعا کریں کہ اے اللہ جس طرح تو نے اس مبارک سفر کی توفیق عطا فرمائی اسی طرح مجھے صحیح نیت نصیب فرما، حج کا ظاہر تو باطن اور اس کی صورت و حقیقت پوری طرح نصیب فرما۔

میرا تیسرا مشورہ آپ بھائیوں کو یہ ہے کہ حج بھی نماز کی طرح ایسا عمل ہے کہ جو شخص پہلے سے اس کا طریقہ نہیں سیکھے گا وہ صحیح طور سے ادا نہیں کر سکیگا۔ بہت سے بھائیوں کے رویے سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بے چارے یہ سمجھتے ہیں کہ مکہ شریف جانے کا نام حج ہے گویا یہ بھی کوئی یاترا ہے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ جس طرح نماز صرف مسجد جانے کا نام نہیں ہے بلکہ مسجد میں جا کر نماز پڑھی جاتی ہے اور صرف وہی شخص نماز پڑھ سکتا ہے جس نے نماز ادا کرنا سیکھا ہو، اسی طرح حج صرف مکہ مدینہ جانے کا نام نہیں بلکہ مکہ شریف جا کر حج ادا کیا جاتا ہے اور وہی آدمی حج کو ٹھیک ٹھیک ادا کر سکتا ہے جس نے پہلے حج کا طریقہ سیکھ لیا ہو۔

بڑے افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ حج کو جانے والے بہت سے بھائی سارے انتظامات کئی کئی مہینے پہلے سے کرتے ہیں لیکن حج کا طریقہ سیکھنے کی فکر بالکل نہیں کرتے۔ آپ میں سے جن بھائیوں نے حج کا طریقہ سیکھنے کی کوشش پہلے سے کی ہو اور سیکھ لیا ہو وہ بہت مبارک ہیں لیکن جن بھائیوں نے اس طرف ابھی تک توجہ نہیں کی انھیں میرا مشورہ ہے کہ جہاز میں آپ لوگ ایک ہفتہ رہیں گے۔ یہاں آپ کو کوئی خاص کام نہ ہوگا۔ بس نمازیں پڑھئے اللہ کا ذکر کیجئے اور ان دنوں میں حج کا طریقہ سیکھنے کی کوشش کیجئے۔

تقریباً ہر بحری جہاز میں تبلیغی جماعت سے تعلق رکھنے والے ایسے بھائی ہوتے ہیں جو راستہ میں تبلیغ اور دینی تعلیم کا کام بھی کرتے ہیں، ان سے جڑ جائیے۔ ان شاء اللہ آپ کو بہت دینی نفع ہوگا اگر آپ کو خود سیکھنے کی ضرورت نہیں ہے تب بھی ان سے جڑ جائیے ان شاء اللہ آپ کے لئے کافی نفع مند ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ادا بہت پسند ہے اور بہت محبوب ہے کہ اس کے بندے سمندر میں جہاز میں سفر کر رہے ہوں، وقت پر جماعت سے نماز پڑھتے ہوں، تعلیم کے حلقوں میں بیٹھے ہوں دین سیکھتے سکھاتے ہوں، اللہ کا ذکر کرتے ہوں اور دعائیں مانگتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ جہاز کے سفر میں آپ کو صحت و عافیت سے رکھے اس وقت کی بڑی قدر کیجئے! اگر آپ حضرات اپنے وقت کی قدر کریں۔ تو جہاز کے ۸-۱۰ دنوں میں آپ کو وہ سب کچھ نصیب ہو سکتا ہے جو ابھی تک آپ نے حاصل نہیں کیا اور میں تو کہتا ہوں کوئی سچی طلب والا ہو تو انہی دنوں میں وہ مہینوں برسوں کی منزلیں طے کر سکتا ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ حج کو جانے والوں کی زبانوں پر عام طور پر حج کا لفظ ہوتا ہے۔ وہ یہی جانتے ہیں کہ ہمیں مکہ معظمہ جا کر حج کرنا ہے۔ یاد رکھئے کہ حج کی طرح ایک عبادت عمرہ ہے جو مکہ معظمہ جاتے ہی ادا ہوتی ہے ایک فرق تو حج اور عمرہ میں یہ ہے کہ حج کی تاریخ اور اس کا دن مقرر ہے ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ سے حج کے خاص اعمال شروع ہوتے ہیں اور ۱۲ یا ۱۳ تاریخ پر ختم ہو جاتے ہیں لیکن عمرہ کے لئے کوئی دن مقرر نہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ حج میں مکہ معظمہ سے باہر منیٰ، عرفات، مزدلفہ بھی جانا ہوتا ہے یہ مقامات مکہ معظمہ کے قریب ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان سب مقامات پر حاضری نصیب فرمائے گا۔ اور عمرہ میں صرف بیت اللہ کا طواف ہوتا ہے اور اس کے بعد وہیں صفا و مروہ کی سعی ہوتی ہے۔

آپ حضرات جو رمضان سے پہلے جا رہے ہیں آپ کو اس وقت مکہ معظمہ پہنچ کر عمرہ ہی ادا کرنا ہوگا لہٰذا آپ راستے میں جو احرام باندھیں گے وہ حج کا نہیں عمرہ کا ہوگا۔ یہ بات خاص طور پر آپ یاد رکھیں ناواقفی کی وجہ سے بہت سے لوگ اس معاملے میں غلطی کرتے ہیں۔

اب آپ احرام کو کچھ سمجھ لیجئے

آپ ابھی حج کا سفر کر رہے ہیں۔ حج یا عمرہ کا عمل شروع نہیں ہوا ہے جیسے ایک آدمی نماز پڑھنے کے لئے مسجد کی طرف جاتا ہے تو یہ جانا نماز نہیں ہے۔ نماز اس وقت شروع ہوگی جب تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کی جائے گی۔ تو جس طرح نماز تکبیر تحریمہ سے شروع ہوتی ہے۔ اسی طرح حج و عمرہ کا عمل احرام سے شروع ہوتا ہے آپ کے جہاز کے جدہ پہونچنے سے تقریباً ایک دن پہلے جہاز میں یہ چرچا شروع ہو جائے گا کہ اب وہ جگہ آنے والی ہے جہاں سے احرام باندھ لینا چاہئے۔ لوگ احرام کی تیاری شروع کر دیں گے ____ بہت سے علماء کی تحقیق یہ ہے کہ جہاز کے اندر احرام باندھنا ضروری نہیں جدہ پہنچ کر بھی احرام باندھا جا سکتا ہے۔ آپ جس طرح چاہیں عمل کریں لیکن اس مسئلہ کی وجہ سے کسی سے جھگڑا ہرگز نہ کریں۔ اگر آپ کا ارادہ جدہ پہونچ کر احرام باندھنے کا ہے تو ان لوگوں سے بحث اور جھگڑا نہ کریں جو جہاز میں احرام باندھنا چاہتے ہوں اور اگر آپ خود جہاز میں باندھنا چاہتے ہیں تو ان لوگوں پر اعتراض نہ کریں جو جہاز پر باندھنا ضروری نہیں سمجھتے ہیں اور ان کا ارادہ جدہ پہونچ کر احرام باندھنے کا ہے۔

احرام باندھنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہو سکے تو غسل کریں اور ہر طرح سے جسم کی صفائی کر لیں۔ اگر کسی مجبوری یا معذوری کی وجہ سے غسل نہ کر سکیں تو وضو کر لینا ہی کافی ہے۔ سلے ہوئے کپڑے (کرتہ پاجامہ وغیرہ) اتار دیں اور ایک چادر یا بڑی تولیہ جو کپڑا آپ چاہیں تہبند کے طریقے پر باندھ لیں اور ایک چادر اوڑھ لیں مردوں کے لئے احرام کا بس یہی لباس ہے عورتیں اپنے عام کپڑے پہنے رہیں وہ موزے بھی پہن سکتی ہیں ان کے لئے بس اتنی پابندی ہے کہ احرام کی حالت میں اپنے چہرہ پر کوئی کپڑا وغیرہ نہ ڈالیں باقی سارے کپڑے جیسے پہنتی ہیں وہ پہنے رہیں گی یہ بھی یاد رکھئے کہ احرام کے کپڑے پہننے سے احرام شروع نہیں ہوتا بلکہ یہ کپڑے پہننے کے بعد آپ دو رکعت نفل پڑھیں گے جب سلام پھیریں تو سر سے کپڑا یا ٹوپی اگر ہو تو اتار دیں اور عمرے کے احرام کی نیت کر کے کہیں
____

لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَا شَرِیْکَ لَکَ۔

بس اب آپ کا احرام شروع ہو گیا اور اب آپ

پر وہ سب پابندیاں عائد ہوگئیں جو احرام کی وجہ سے ہو جاتی ہیں، اب جب تک آپ احرام کی حالت میں ہیں، سر ڈھک نہیں سکتے، موزے جیسی چیز نہیں پہن سکتے، حجامت نہیں بنوا سکتے، خوشبو نہیں لگا سکتے، وغیرہ وغیرہ۔ احرام کے اور حج کے تفصیلی مسائل آپ علماء سے پوچھیں، اس وقت اگر بیان بھی کر دیئے جائیں تو آپ کو یاد نہیں رہیں گے۔ اس بات کا بھی طرح یاد رکھئے کہ آپ چونکہ رمضان سے پہلے جارہے ہیں اس لئے آپ صرف عمرہ کا احرام باندھیں گے لہٰذا آپ جب مکۂ معظمہ پہنچیں تو صرف عمرہ کی نیت کرلیں۔ ۷۔ ۸ دن کے بعد آپ کا جہاز آپ کو جدہ کے ساحل پر اتار دے گا۔ وہاں سے آپ بسوں یا کاروں کے ذریعہ مدینۃ الحجاج پہونچا دیئے جائیں گے، یہ جدہ میں حاجیوں کا گویا مسافرخانہ ہے، لیکن یہ بہت وسیع ہے گویا ایک بستی ہے پھر اسی دن یا دوسرے دن آپ کا معلم یا معلم کا کوئی کارندہ مکہ معظمہ پہونچانے کا انتظام کرے گا، مکہ معظمہ پہنچکر آپ کو عمرہ ادا کرنا ہوگا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ معلم لوگ دس بیس پچاس حاجیوں کے ساتھ اپنے کسی ملازم کو کر دیتے ہیں وہی عمرہ کا طواف اور سعی وغیرہ کرادیتا ہے۔ اس طواف اور سعی کے بارے میں میں آپ سے دو باتیں خاص طور سے کہنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات یہ ہے کہ معلم لوگ بیچارے حاجیوں سے طواف وغیرہ میں وہ دعائیں پڑھواتے ہیں جو ان کو یاد نہیں ہوتیں بیچارے حاجی بہت غلط سلط پڑھتے ہیں۔ آپ یہ سمجھ رکھیے کہ طواف میں اور اسی طرح سعی میں کوئی خاص دعا بالکل ضروری نہیں ہے آپ کو جو بھی دعائیں یاد ہوں آپ پڑھ سکتے ہیں، حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے طواف میں قرآن شریف کی چھوٹی سی دعا پڑھنا ثابت ہے اگر آپ یاد کرلیں تو صرف یہی دعا آپ کے لئے کافی ہے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اور ضروری یہ بھی نہیں ہے، میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ یہ دعا یاد کرلیں۔ اور جن بھائیوں کو یہ بھی یاد نہ رہے وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اللّٰہُ اَکْبَرُ، یا صرف یا اللہ یا اللہ کہتے ہوئے طواف کریں انشاءاللہ ان کے طواف میں کوئی کمی نہ رہے گی۔

طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے مقام ابراہیم پر پڑھیں تو اچھا ہے، لیکن ضروری نہیں ہے مسجد حرام میں کہیں بھی پڑھی جاسکتی ہے ــــ طواف میں بلکہ ہر حالت میں اس کا پورا پورا لحاظ رکھیے کہ اللہ کے کسی بندے کو آپ سے تکلیف نہ پہونچے اگر آپ کو کسی سے تکلیف پہونچ جائے تو صبر کیجئے ہرگز بدلہ نہ لیجئے بلکہ اللہ کے لئے معاف کر دیجئے اور اگر آپ سے کسی کو تکلیف پہونچ جائے تو معاف کرا لیجئے ــ پھر جب طواف سے فارغ ہونے کے بعد آپ سعی کے لئے جائیں تو اس کا خیال رکھیے کہ جب صفا پر پہنچیں تو دعا کریں۔ اسی طرح مروہ پر پہونچیں تو دعا کریں اور خوب اچھی طرح دعائیں اور جب ساتواں پھیرا کر کے مروہ پر پہونچیں اور سعی ختم کریں تو اس وقت بھی خوب اطمینان و اہتمام سے دعا مانگیں۔

طواف اور سعی کے بارے میں یہ دو باتیں میں نے ذکر کر دی ہیں۔ باقی یہاں کی بتائی ہوئی باتیں یاد رکھنا مشکل ہیں سب سے زیادہ مشکل آنے والی بات یہ ہے کہ عمرہ ہو یا حج، کسی ایسے اللہ کے بندے کے ساتھ رہیے جو جانتا ہو اور اللہ والا ہو۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو پھر انشاء اللہ آپ کو سب کچھ حاصل ہو جائے گا اور آپ تلاش کریں گے تو اللہ کا کوئی بندہ ضرور مل جائے گا۔ آپ بڑے خوش نصیب ہیں، رمضان مبارک سے پہلے جارہے ہیں۔ آپ کا پورا رمضان مبارک انشاءاللہ وہیں گزرے گا اور آپ دیکھیں گے کہ رمضان مبارک میں وہاں کیسی کیسی برکتیں ہوتی ہیں۔ رمضان مبارک کے ایک ایک دن ایک ایک رات بلکہ ایک ایک لمحہ کی قدر کیجئے وہ بندے بہت ہی خوش نصیب ہیں اور قابل رشک ہیں جن کو رمضان مبارک میں مکہ معظمہ یا مدینہ طیبہ میں قیام نصیب ہو۔ اگر آپ نے رمضان مبارک صحیح طور پر گزار دیا تو انشاءاللہ آپ حج کے لئے بالکل پاک و صاف ہو جائیں گے۔

پھر رمضان مبارک کے بعد بھی آپ کو حج تک دو مہینے سے زیادہ وقت ملے گا۔ میری خاص نصیحت اور مخلصانہ مشورہ آپ سب بھائیوں کو یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں جب تک آپ کا قیام ہو تو زیادہ سے زیادہ وقت مسجد حرام میں گزاریے دن رات میں جتنے ہو سکیں طواف کیجئے اور یہ سوچئے کہ اللہ نے محض اپنے فضل و کرم سے پہونچا دیا ہے۔ معلوم نہیں پھر کبھی حاضری نصیب ہوگی یا نہیں؟ ہاں تو جتنے زیادہ ہو سکیں طواف کیجئے! خانہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر نوافل پڑھیے اللہ کا ذکر کیجئے، دعائیں کیجئے آپ ایسی جگہ ہیں جہاں ایک رکعت کا ثواب ایک لاکھ رکعت کے برابر ہو ــــ اسی طرح جب آپ کا قیام مدینہ طیبہ میں ہو تو زیادہ سے زیادہ وقت مسجد نبوی میں گزاریئے ہو سکے تو اس حصے میں جو روضۂ اقدس اور منبر مبارک کے درمیان ہے اور سوچئے کہ آپ وہاں ہیں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد وفات تک نمازیں پڑھی ہیں۔ اور آپ کے بعد صحابۂ کرامؓ اور آج تک کے اولیاء کرام وہاں نماز پڑھنے کو اپنی خوش قسمتی اور سعادت سمجھتے رہے ہیں اور وہاں کی فضا اور سرزمین میں ان کی برکتوں اور انوار محسوس ہیں ایسے بہت کم بندے ہیں جنہیں بار بار جانا نصیب ہو۔ آپ یہ سمجھ کر کہ شاید اس کے بعد حاضری کبھی نصیب نہ ہو، وہاں کے ایک ایک لمحہ کی قدر کیجئے وہ لوگ بڑے خسارہ میں ہیں جو مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے زمانۂ قیام میں وہاں کے بازاروں میں گھومتے ہیں۔ میرے بھائیو! خرید و فروخت کے لئے بازاروں میں جانا ناجائز و حرام نہیں ہے، شریعت نے جس کو جائز رکھا ہے اسے کوئی حرام نہیں کر سکتا لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے فرمایا ہے کہ بازار زمین کا بدترین حصہ ہیں اور شیطانوں کے اڈے ہیں۔ اس لئے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مکہ معظمہ میں مسجد حرام اور بیت اللہ شریف کو چھوڑ کر اور مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی اور روضۂ اقدس کے پر کیف ماحول کو چھوڑ کر جو آدمی بازاروں میں گشت لگاتا ہے خود اپنے ساتھ بڑا ظلم اور بڑی زیادتی کرتا ہے۔

میرے بھائیو! جو کچھ وہاں کے بازاروں میں ملتا ہے وہ بمبئی کے بازاروں میں بھی مل سکتا ہے لیکن جو برکتیں مسجد نبوی میں حاصل کی جاسکتی ہیں وہ آسمان پر بھی پہنچ کر بھی حاصل نہیں کی جاسکتیں۔ اس لئے میری خاص نصیحت اور وصیت آپ سب بھائیوں کو یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں مسجد حرام سے اور مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی سے وہ تعلق پیدا کیجئے جو مچھلی کو تالاب سے ہوتا ہے اگر کسی وقت وہاں جسم نہ رہے تو دل وہیں لگا رہے۔ اگر آپ نے میری نصیحت کو قبول کیا اور اس پر عمل کیا تو انشاءاللہ آپ خود دیکھ لیں گے کہ آپ نے کیا پایا، مکہ معظمہ کے زمانۂ قیام میں خصوصیت سے کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اور مدینہ طیبہ میں درود شریف کا ورد زیادہ رکھیے!

میرے بھائیو! میری آخری نصیحت یہ ہے کہ حج کا یہ سفر اللہ کے ذکر اور دعاؤں کا موسم بہار ہو۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے، عمر بھر کی کسر نکال لیجئے اور قبر میں جانے تک کے لئے کمائی کر لیجئے۔ نوافل پڑھیے اور دعائیں کیجئے، طواف میں اور طواف کے خاتمہ پر خوب دعائیں مانگیے اپنے لئے مانگیے مقام ابراہیم پر اور ملتزم پر چمٹ کر مانگیے، منیٰ کے دنوں میں اور خاص کر عرفات میں دعا مانگیے اپنے لئے مانگیے، اپنے والدین کے لئے اور دوسرے عزیزوں قریبوں کے لئے مانگیے، دوستوں اور محسنوں کے لئے مانگیے، سب کو یاد کر کر کے مانگیے، سب کے لئے مغفرت اور جنت کی دعا خاص طور سے کیجئے ــــ اور یاد رہے تو مجھ گنہگار کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کیجئے، اور عرض کیجئے کہ ایک بوڑھے گنہگار نے بمبئی کے مسافرخانہ میں ہم سے حج کے بارے میں کچھ باتیں کی تھیں اور دعاء مغفرت کے لئے کہا تھا اے اللہ اس بیچارے کی بھی مغفرت فرما دے۔ آپ حضرات کا بڑا احسان ہوگا۔ میں بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سب حضرات کو حقیقی حج نصیب فرمائے، اور آپ کو دعا کی حقیقت نصیب فرمائے اور آپ کی دعائیں قبول فرمائے۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

خط و کتابت کے وقت
حوالہ خریداری نمبر
ضرور تحریر کریں

افاداتِ سید قطب شہیدؒ

اسلام ظلم کیلئے پیغام موت

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انسانیت نے اپنی طویل تاریخ میں جن نظامہائے زندگی کو آزمایا ہے یا جن نظامہائے زندگی سے محض تعارف حاصل کیا ہے۔ ان میں سے کوئی نظام زندگی ظلم کی جملہ اقسام کے خلاف اسی طرح اعلان جہاد کرتا ہے یا کر سکتا ہے جس طرح کا اعلان جہاد اسلام کرتا ہے یا ان نظامہائے زندگی میں سے کوئی نظام تمام مظلوموں کی ویسی تائید و حمایت کر سکتا ہے جیسی حمایت و تائید اسلام کر سکتا ہے یا تمام سرکشوں اور جابروں کے مقابلے میں کوئی نظام اس طرح کھڑا ہو کر ان کے خلاف آواز بلند کر سکتا ہے؟ ہاں جو لوگ بھی یہ سمجھتے ہیں وہ یا تو سخت غلط فہمی میں مبتلا ہیں یا حقائق سے بالکلیہ صرف نظر کر رہے ہیں اور یا پھر اسلام کی حقیقت سے قطعی ناواقف ہیں۔

اسی طرح جو لوگ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں اور پھر تمام مظالم کے خلاف صف آرا نہیں ہوتے اور ہر مظلوم کی مدافعت نہیں کرتے اور جملہ ظالموں، جابروں اور سرکشوں کے مقابلے میں حق کی آواز بلند نہیں کرتے تو ان کا دعویٰ اسلام یا تو فریب ہے یا نفاق خالص اور یا جہالت تام۔

اسلام درحقیقت ایک تحریک حریت ہے جو انسان کے ضمیر سے شروع ہوتی ہے اور پورے انسانی معاشرے تک پہونچکر دم لیتی ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ اسلام کسی دل کو آباد کرے اور پھر اسکو اس حال میں چھوڑ دے کہ وہ اللہ واحد و قہار کے علاوہ کسی اور کے اقتدار کے سامنے سرافگندہ ہو سرنگوں ہو اور ذلیل و خوار ہو، اطاعت شعار اور وفادار ہو اسی طرح ناممکن ہے کہ اسلام کی چنگاری کسی دل میں روشن ہو اور پھر وہ ظلم کی کسی شکل پر خاموش رہ سکے خواہ ظلم اس کے اپنے وطن میں واقع ہو یا دنیا کے کسی اور خطہ میں۔

لہٰذا اگر مظالم پیہم توڑے جارہے ہوں مظلوم فریاد کر رہے ہوں لیکن امت مسلمہ ان مظالم کو مٹانے اور ظالم کو پیس کر رکھ دینے پر کمربستہ نہ ہو تو سرے سے امت مسلمہ کا موجود ہونا بھی مشکوک ہو جائے گا۔ آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ جن دلوں میں اسلام کا عقیدہ جاگزیں ہو وہ ظلم کے نظام کو اور قید خانے کی شریعت کو برداشت کریں!!

حقیقت یہ ہے کہ یا تو اسلام ہوگا یا غیر اسلام ہوگا۔ اسلام ہے تو جہد مسلسل ہوگی، پیہم جہاد ہوگا اور حق و عدل اور حریت مساوات کی راہ میں ذوق شہادت ہوگا۔

اگر اسلام کے نام پر غیر اسلام ہے تو اوراد و وظائف کا ہجوم ہوگا، تسبیح گردانی ہوگی، نقوش اور تعویذوں کا لامتناہی سلسلہ ہوگا اور محض اس خوش فہمی پر زندگی گذر رہی ہوگی کہ آسمان سے ایک نہ ایک دن خیر و صلاح کی بارش ہو جائے گی اور حریت و عدل کی کشت ویران لہلہا اٹھے گی۔

حالانکہ آسمان کے حقیقت لپیٹنے سے آج تک اس قسم کی بارش نہیں ہوئی ہو اور نہ سنت اللہ کے تحت آئندہ کبھی ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کبھی ان لوگوں کی نصرت نہیں فرماتا جو اپنی مدد آپ نہ کریں اپنے خدا پر اعتماد نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے قانون جہاد و کشمکش پر عمل کرنے کے لئے تیار نہ ہوں۔ "اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا، جب تک وہ خود اپنی حالت نہ تبدیل کرے۔"

اسلام ایک انقلابی اور تحریکی عقیدہ ہے یہ عقیدہ کسی دل میں جاگزیں ہوتے ہی دل کی دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ تصورات میں انقلاب احساسات میں انقلاب زندگی گذارنے کے ڈھنگ میں انقلاب اور افراد و معاشرے کے تعلقات و روابط میں انقلاب وہ انقلاب جس کی بنیاد بنی نوع انسان کے درمیان اس مساوات مطلق پر قائم ہوتی ہے جہاں فضیلت صرف "تقویٰ" کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ وہ انقلاب جو انسانی شرف کے تصور کی اساس پر رونما ہوتا ہے وہ شرف جس کو عالم اور اس کی تمام موجودات و حوادث کے مقابلے میں بھی قربان کرنا گوارہ نہیں کیا جا سکتا وہ انقلاب جس کی تعمیر اس بے لاگ عدل کے تصور سے کی جا سکتی ہے جو نہ کسی کی سرکشی کو برداشت کر سکتا ہے اور نہ کسی کی مظلومیت پر صبر کر سکتا ہے۔ پھر انسان کے اندر اس عقیدے کی برقی رو کے دوڑتے ہی وہ اس عقیدے کو عملی دنیا میں نافذ و قائم کرنے کے لئے سرگرم عمل ہو جاتا ہے اور جب تک وہ اپنے عقیدہ کے مطابق اپنا جہان نو تعمیر نہ کرے اس وقت تک وہ صبر و قرار سے بیگانہ ہو جاتا ہے اسلام کے انقلابی اور تحریکی عقیدہ ہونے کا صحیح مفہوم یہی ہے۔

لہٰذا جو اللہ پر صحیح معنی میں ایمان رکھتے ہوں گے وہی اس کی راہ میں جہاد کا حق ادا کر سکتے ہیں، وہی اللہ کے کلمہ کو بلند کر سکتا ہے جب ظلم و تعدی کی شکست و نابود ہو جائیں اور تمام انسانوں کے درمیان کنگھی کے دانتوں کی طرح مساوات قائم ہو جائے۔ کسی کو کسی پر کوئی فضیلت حاصل نہ ہو جو فضیلت ہو وہ محض تقویٰ کی بنا پر ہو۔

رہے وہ لوگ جو ہر طرف ظلم کی گرم بازاری دیکھتے ہیں اور ہر سمت دیو استبداد کے عریاں رقص کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں، پھر نہ اپنے ہاتھ کو ہلاتے ہیں اور نہ زبان کو حالانکہ وہ ہاتھ اور زبان کے ہلانے پر قادر ہیں، تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کی بستی کو اسلام نے آباد نہیں کیا ہے کیونکہ اگر اسلام نے ان کے دلوں میں گھر کر لیا ہوتا تو وہ اس برق تپاں کے محض چھو جانے ہی سے انقلابی مجاہدین بن جاتے اور معرکۂ حق و باطل میں وہ دیوانہ وار گھس جاتے۔

اگر قوم پرستی کی روح آج ہمیں ظالم اور غاصب غیر استعمار سے نبرد آزما بنا سکتی ہے۔

ترجمہ: مولوی وصی مظہر ندوی

اگر اجتماعیت کا جذبہ آج ہم کو ظالمانہ جاگیرداری اور سفاکانہ سرمایہ داری سے نبرد آزما کر سکتا ہے۔

اگر شخصی آزادی کی تڑپ آج ہم کو ظالموں اور جابر حکمرانوں سے متصادم کر سکتی ہے۔

تو یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام کی روح استعمار، جاگیرداری سرمایہ داری اور آمریت سب کو "سرکشی" کے عنوان میں جمع کر لیتی ہے، اور ہم سب کو ان سب سرکشیوں سے بلا جھجک ٹکرا جانے کی دعوت دیتا ہے آزادی انصاف اور شرافت کے حصول کے معرکہ میں یہی اسلام کی شان امتیاز ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمان ایسا نہیں ہو سکتا جس کے دل میں روح اسلام موجود ہو کہ پھر وہ سامراجیوں کی طرف کوئی دست تعاون بڑھائے یا ان سے ایک دن کے لئے بھی مصالحت کرنا گوارا کرے یا ان سے خفیہ اور اعلانیہ جنگ کے لئے ایک لمحہ کے لئے بھی باز رہے۔ ایسا شخص اپنی شرف، اپنی قوم اور اپنے وطن کا خائن ہونے سے قبل اپنے دین کا خائن ہوگا۔

اسی طرح جس مسلمان کے قلب میں روح اسلام جلوہ گر ہوگی وہ ظالمانہ جاگیرداری اور سفاکانہ سرمایہ داری کو ایک گھڑی بھی امن و اطمینان کا سانس نہ لینے دیگی وہ ان کے رسواکن حرکتوں کی پردہ داری کرے گا۔ ان کی قباحتوں اور شناعتوں کو عریاں کرے گا اور ان کے شیطانی رعب کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنے دراز جھجکے گا۔ اور جہاں تک اس کے بس میں ہوگا وہ ان سے اپنے ہاتھ، اپنی زبان اور اپنے دل سے جہاد کرنے میں دریغ نہ کرے گا اور ہر گھڑی جو جہاد کے بغیر گزرے گی وہ ہر لمحہ جو کشمکش کے بغیر بیتے گا اور ہر ثانیہ جو عمل کے بغیر ختم ہوگا وہ اسے ایک گناہ سمجھے گا۔ جس کا بوجھ اس کے ضمیر و شعور کے لئے بار گراں بن جائے گا۔ اور پر جوش جہاد کے سوا اس بوجھ کا کوئی کفارہ سے مطمئن نہ کر سکے گا۔ (بقیہ صفحہ پر)

(آخری قسط)

مِلّتِ اسلامیہ تعمیر و تخریب کے دوراہے پر

حضرت مولانا سیّد ابو الحسن علی ندوی مدظلہٗ

(۲)

دوستو! خودکشی یہ نہیں کہ آدمی کسی وقت اپنی جان پر کھیل جائے، کسی وقت اپنے کاروبار کو خطرے میں ڈال دے، کسی وقت دور اندیشوں اور ہوشیار لوگوں کے مشورے کی خلاف ورزی کرے، جب لوگ اس طرح مشورہ دیں کہ بھائی! یہ وقت کاروبار ملتوی کرنے کا نہیں ہے، یہ وقت دوکان چھوڑ کر جانے کا نہیں ہے، یہ وقت گھر بار چھوڑ کر جانے کا نہیں، اس موقعہ سے فائدہ اٹھانا چاہیے تو وہ ان لوگوں کے مشورے کے خلاف میں پڑے، جو لوگ کسی وقت آنکھوں پر پٹی باندھ لینے میں یا دیکھی ان دیکھی کر دیتے ہیں، وہ خودکشی نہیں کرتے۔ خودکشی وہ کرتا ہے جو اپنا مقصدِ زندگی فراموش کر کے اپنے نفس کی پرستش میں لگ جاتا ہے۔ ایک مسلمان فرد اور ایک مسلمان جماعت کے لئے خودکشی یہ ہے کہ اپنا حقیقی مقصد بھول کر اور جو کام اللہ نے اس کے سپرد کیا ہے اس کو فراموش کر دے اور یہ بھول جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس دنیا میں ایک اہم فرض کی ادائیگی کے لئے مبعوث کیا ہے۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ یعنی تم اس کام کے لئے محض اسی مقصد کے لئے دنیا میں بھیجے گئے ہو۔ لہٰذا اگر اس کام کو تم بالائے طاق رکھ دو اور کاروبار میں سر سے پاؤں تک ڈوب جاؤ اور خالص کاروباری انسان بن جاؤ، بزنس مین بن جاؤ اور تمہارے سب سے بڑی تعریف کی بات یہ ہو کہ تمہارے بارے میں یہ کہا جائے کہ فلاں زبردست کاروباری ہے، کوئی مسلمان فرد، کوئی مسلمان گروہ اگر خالص کاروباری حیثیت اختیار کرے یعنی اپنے لئے یہ پوزیشن قبول کرے کہ میں کاروباری ہوں، میرا کاروبار مقدم ہے، پیٹ مقدم ہے، گھر والوں کی ضرورتیں مقدم ہیں، دنیا کے تقاضے مقدم ہیں، گھر والوں کے منہ بولے مقدم ہیں، گھر والوں کی ضرورتیں مقدم ہیں، اسی کو قرآن مجید خودکشی کہتا ہے۔ قرآن اس کو خودکشی نہیں کہتا جس میں موت موہوم ہو۔ اس کو خودکشی کہتا ہے جس میں حقیقی موت ہو یعنی خودکشی وہ نہیں ہے جس میں یہ عارضی جسم ہلاک ہو جائے، بیمار ہو جائے، بمصداق الحدیث جس کو ایک دن مرنا ہو جس کی حیات عارضی ہے۔ خودکشی وہ ہے جس میں روح تلف ہو جائے جس کو موت نہیں، خودکشی وہ ہے جس میں وہ مقصد فوت ہو جائے جس کے لئے آدمی پیدا ہوا تھا، جو بڑی چیز تھی لیکن ہم ڈوب جائے جو کاروبار، بری حالت کے خلاف دنیوی مفاد سے اور کچھ لوگ نفع و نقصان ذہنیت کے خلاف نہیں، یہ حقیقی کاروبار ہے جو انسانی بنیادی صلاحیت کو کھلے طور پر کچل کر خودکشی۔

یہ ہے کہ آدمی دعوت کا کام نہ کرے، آدمی اسلامی زندگی اختیار کرنے کے لئے نہ نکلے اور دین کے لئے ہجرت نہ کرے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی اس کے بعد بہت سے صحابی بیٹھے رہ گئے، کمزور تھے اور بعض کمزور نہیں تھے مگر انھوں نے وقت کی نزاکت کو محسوس نہیں کیا۔ اور ہجرت نہیں کی اور بہت سے وہ تھے جنھوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا بعد میں مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ انھوں نے کیا فتوحات حاصل کیں اور مراتب حاصل کئے۔ وہ ان سے کہیں زیادہ تھیں جنھوں نے ہجرت نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وہ لوگ جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور اللہ کی راہ میں جان کی بازیاں لگائیں وہ اور جنھوں نے بعد میں جان کی بازیاں لگائیں برابر نہیں ہو سکتے۔ غرض یہ ہے کہ حقیقی خودکشی یہ ہے کہ انسان اپنے فائدے سے اپنی آنکھیں بند کر لے، اور اپنے حقیقی فائدے سے اپنی آنکھیں بند کرے اور اپنے حقیقی فائدے کو خطرے میں ڈالے۔ موہوم فائدے کو خطرے میں ڈالنا خودکشی نہیں ہے، یقینی فائدے کو یقینی طور پر خطرے میں ڈال دینا اور ہمیشہ کے لئے ختم کر دینا اور ہمیشہ کے لئے اس سے محروم ہو جانا یقیناً خودکشی ہے اور اپنے آپ کو واقعی نقصان پہونچانا ہے۔

میں نے یہاں تک تو آپ کے سامنے اس آیت کی تفسیر بیان کی۔ اب میں آپ حضرات سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آئیے ہم اور آپ موجودہ حالات کا جائزہ لیں جہاں اس وقت ہم بیٹھے ہوئے ہیں یہ یورپ کی سرزمین ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے محض اتفاقی طور پر نہیں بلکہ اپنی حکمت بالغہ کے تحت ہم کو پہونچایا ہے۔ حالات کچھ بھی ہوں، وہ اسباب کچھ بھی ہوں، وہ اسباب سیاسی ہوں یا اقتصادی اس کا تعلق ہندوستان کے ملک سے نکل جانے سے ہو یا یورپ کے خام حالات سے ہو۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمت تھی اور بہت رحمت بھی تھی کہ اس نے کلمہ گو انسانوں کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ انسانوں کو، اگرچہ ہزار خرابیاں ان کے اندر تھیں، ہزار نقائص تھے، میں نے جانا وہ صفائی میں کم، سلیقے میں کم، وہ مستعدی میں کم، وہ علم میں کم، وہ حسن و جمال میں کم، وہ ذہانت میں کم اور اس سے بھی زیادہ جو نقائص اور کمی ہو سکتی ہے وہ ماننے کے لئے تیار ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے ایک امتیازی جوہر ان کو ایسا عطا فرمایا جس سے یورپ کی یہ گوری قومیں جنھوں نے دنیا میں ڈیڑھ سو برس تک اپنی حکومتوں کا ڈنکا بجایا ہے اور جس کا مشرق و مغرب میں طوطی بولتا ہے اور جنھوں نے فضاؤں میں اڑ کر اور پانی میں چل کر دکھایا ہے اور جو چاند پر قدم جمانا چاہتے ہیں، ان کا دامن جس گوہرِ نایاب سے خالی ہے وہ کیا ہے؟ وہ ایمان کا جوہر اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت کا جوہر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو اس سرزمین پر پہونچایا ہے۔ اب میں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ آپ کے لئے خودکشی کیا ہے، اور آپ کا اپنے اوپر احسان کیا ہے؟ ان دونوں باتوں کو اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ بس آج کی بات یہی ہے اور سارے فیصلے کا انحصار بھی اسی پر ہے۔ آپ کے لئے تباہی کا راستہ کیا ہے، آپ کے لئے تنزل کا راستہ کیا ہے اور آپ کے لئے سرسبزی اور فروغ کا راستہ کیا ہے، آپ کے لئے ہلاکت اور خطرے کا راستہ کیا ہے اور آپ کی حفاظت و ضمانت کا راستہ کیا ہے؟ یہ مجھ سے سنئے اور صاف صاف سنئے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں بھیجا ہے اگر آپ یہاں صرف کاروبار میں مصروف رہے آپ کی ساری ذہانت اور محنت اور ساری تگ و دو اسی پر صرف ہوتی رہی کہ ہم نے یہاں آ کر کیا کمایا، ہم وہاں سے کیا لے کر آئے تھے اور اب ہم یہاں کس حیثیت کے آدمی ہو گئے، ہماری پوزیشن کیسی ہو گئی، ہم نے بینک میں کیا جمع کر لیا، ہم نے اپنے ملک کیا بھیجا ہے، وہاں دیہات میں کچا مکان چھوڑ کر آئے تھے وہ پکی حویلی بن گئی یا نہیں، ہم نے اپنے بچوں کو یہاں تعلیم یافتہ بنایا، ان کو کسی کاروبار میں لگایا یا نہیں؟ اگر آپ نے اپنے کو اس پیمانہ پر تولا تو یاد رکھئے یہ ایک اجتماعی اور عمومی خودکشی ہوگی۔ ایک فرد کی خودکشی ہوتی ہے، ایک قوم کی خودکشی، فرد کی خودکشی کے لئے خطرناک ہوتی ہے اور قوم کی خودکشی پوری قوم کے لئے باعثِ ہلاکت ہوتی ہے جس کے لئے اس کائنات میں کوئی جگہ نہیں۔ یوں لوگ غلطیاں کرتے ہیں، اپنی موت بھی مر جاتے ہیں، زہر بھی پی لیتے ہیں، سمندروں میں چھلانگ بھی لگا لیتے ہیں، چھتوں سے کود بھی پڑتے ہیں، اس سے دنیا کے لیں دیہا میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن جب کوئی

قوم خودکشی پر آمادہ ہو جاتی ہے اور وہ فیصلہ کر لیتی ہے کہ ہمیں صحیح راستہ چھوڑنا ہے، ہمیں ظلم و زیادتی کا انگن بولنا اور کسی کا راستہ اختیار کرنا ہے، ہمیں اپنے حق میں کانٹے بونے ہیں تو پھر اس پر رحم کھانے والا نہیں ہوتا اور اس کی کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ نہ اس پر آسمان روتا ہے اور نہ زمین آنسو بہاتی ہے۔

میرے دوستو! آپ کے لئے دو راستے ہیں۔ ایک راستہ تو یہ ہے کہ آپ خالص کاروباری رہیں اور صبح سے شام تک اسی فکر میں رہیں۔ کل میں مسجد میں عصر اور مغرب کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ میرے کانوں میں مسلسل آوازیں آ رہی تھیں۔ کوئی کہہ رہا تھا، ہم اس حالت میں آئے تھے پھر ہم نے کاروبار کیا۔ ایک دوسرے صاحب بھی اسی طرح کی باتیں کر رہے تھے اور اپنے اپنے تجربے بیان کر رہے تھے۔ وہ پورا وقت اپنے کاروبار کی داستان سناتے رہے۔ یہ چھوٹا سا نمونہ تھا۔ جو میرے سامنے ایک مسجد میں جمعہ کے دن عصر اور مغرب کے درمیان میں سامنے آیا۔ جو دعا کی قبولیت کا وہ وقت ہوتا ہے جو انوارِ الٰہی کے برسنے اور ملاءِ اعلیٰ کے متوجہ ہونے کا وقت ہوتا ہے اس میں جب ہمارا موضوع یہ ہو تو مسجد سے باہر کیا ہوتا ہوگا۔ اس کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں۔ اگر انگریز پانچ دن محنت کرتا ہے تو ہم سات دن محنت کریں گے۔ اگر انگریز انسان کی طرح محنت کرتا ہے تو ہم گھوڑے کی طرح محنت کریں گے اگر انگریز کھاتا پیتا اور تفریح کرتا ہے تو ہم تفریح کو اپنے ملک میں چھوڑ کر آئے ہیں اکٹھا تفریح کر لیں گے۔ اگر انگریز صحت کا خیال رکھتا ہے تو ہمیں صحت سے کیا غرض پیسہ اصل چیز ہے اگر انگریز سلیقے سے کماتا ہے تو کمانے کا مزہ بھی اٹھاتا ہے ہمیں اس سے مطلب نہیں، ہمیں تو بس پیسہ چاہئے، ہمیں تو یہ ہے کہ کتنے دن میں کتنی دولت کما لی۔

میرے دوستو! اگر یہ آپ کی ذہنیت ہے تو آپ اس ملک پر دھبہ ہیں اور اس سے بڑھ کر آپ اسلام پر دھبہ ہیں۔ اس لئے کہ آپ اسلام کے لئے دروازہ ہیں۔ فرض کیجئے، میں چھوٹی سی مثال آپ کو دیتا ہوں، خدا نخواستہ یہاں مسلمان نہ آتے اور یہ خالص کاروباری اور پیسے پانے والی زندگی کا نمونہ پیش کرتے اور مسلمانوں کے سلسلے کے بارے میں ان کے جو تاثرات ہیں وہ نہ ہوتے، اور یہاں اسلام کی عمدہ عمدہ کتابیں پہونچتی ہیں، اور اسلام کی تبلیغ ہوتی، اور کوئی اللہ کا بندہ موثر طریقے پر انگریزی زبان میں قرآن شریف اور سیرتِ نبوی کو پیش کرتا تو ہو سکتا کہ انگریز یہ کہتا کہ جس پاک نبی کی یہ سیرت ہے معلوم نہیں اس کی امت کا کیا حال ہوگا۔ کیا اس کے اخلاق ہوں گے؟ کیا اس کی زندگی ہوگی؟ وہ تو بس مقدس انسان ہوں گے اور وہ تو دنیا سے بالا تر انسان ہوں گے اور وہ ہر چیز میں نمونہ ہوں گے آئیڈیل اور معیاری ہوں گے اور ان کی ہر چیز سیرتِ نبوی کے سانچے میں ڈھلی ہوئی نکلتی ہوگی۔ کیسے صاف ستھرے لوگ ہوں گے، کیسے ذی حس لوگ ہوں گے، کیسے صادق الوعد اور صادق القول

ہوں گے۔ ان کی زندگی میں کتنا اعتدال ہوگا، کتنا حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال ہوگا۔ غرض بہت اونچا تصور ہوتا، ہو سکتا ہے انگریز یہاں سے جاتے اور مسلمانوں کی زندگی کا مطالعہ کرتے، کسی اچھے ماحول میں پہنچ جاتے یا نہ پہنچتے خود قرآن سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرتے لیکن اب آپ بتائیے ہم نے اگر اسلامی زندگی کا اچھا نمونہ پیش نہ کیا۔ ہم نے اسلام کو صحیح رنگ میں پیش نہ کیا اور اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کام نہ کیا اور ہم نے اس میں یہ نمونہ اور لفظی تمام کی کہ مسلمان کے لئے ہدایت کی کوشش اور اللہ کے پانے کی کوشش مقدم ہے۔ اس کے بعد ان کی دوسری کوششیں ہیں۔ پہلے ہدایت پانا اور دنیا کو ہدایت دینا اور ہدایت سے آشنا کرنا۔ اس کے بعد کھانا، بیوی، بچے اور گھر بار اور وطن ہے۔ اگر ہم نے یہ نمونہ پیش نہیں کیا تو بتائیے کہ ہم نے اپنی ذات پر اور انسانیت پر ظلم کیا یا نہیں؟

اب آپ حضرات یہاں ہیں آپ کے لئے میں اس کو خودکشی کہوں گا۔ آپ مجھے معاف کریں میں ایسا بھیانک لفظ بول رہا ہوں کہ جس کے تصور سے بھی مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ حرام موت؟ کون حرام موت کے لئے تیار ہوتا ہے؟ ہزار پھانسی کے تختے پر چڑھ جانا، ہزار بار تکلیف میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا خودکشی سے بہتر ہے۔ میں بار بار خودکشی کہہ رہا ہوں، کیا میرا ذوق اس کو قبول کرتا ہے؟ کیا مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے؟ مگر میں کیا کروں قرآن شریف کا خود ارشاد ہے۔ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ اسی کا نام خودکشی ہے خودکشی کے معنی خود اپنے گلے میں پھندا ڈال کر خود موت کا سامان اختیار کرنا یہی قرآن شریف کہہ رہا ہے۔

لہٰذا اگر آپ یہاں اس طرح رہے جیسے مارواڑی رہتے ہیں یا بنئے رہتے ہیں۔ اور اس طرح رہے جیسے غیر مسلم رہتے ہیں۔ اور اس طرح رہے کہ اصل تو کاروبار اور دولت ہے ۲۴ گھنٹے فرصت نہیں، ہر لمحہ اسی کا استغراق یعنی نفع اندوزی کا استغراق، تجارت کا استغراق، اس میں آپ مدہوش رہے، آپ کو اپنی زندگی بنانے کی کوشش نہیں، آپ کو اللہ کے اور شریعت کے احکام معلوم کرنے کی فرصت نہیں، حرام و حلال کا فرق معلوم کرنے کی فرصت نہیں، اللہ کے اچھے بندوں کے پاس بیٹھنے کی فرصت نہیں، اس طرف رخ کرنے کی ضرورت نہیں جہاں دین کا بازار لگا ہوا ہے۔ جیسے ہندوستان پاکستان اور ممالکِ اسلامیہ کے دینی مراکز، وہاں جانے کی اور وہاں سے اپنی اصلاح کرا کے آنے کی۔ اور دین کے سبق سیکھنے کی فرصت نہیں۔ بھائیو! یہ خودکشی ہے۔ اس پر اللہ کی طرف سے کوئی ضمانت نہیں۔ اس ملک میں کل کیا ہوگا، کوئی نہیں کہہ سکتا۔ میں ڈرتا ہوں کوئی بدفالی، بدشگونی کی بات کروں لیکن میری دلی تمنا ہے کہ اس ملک میں جتنے مسلمان ہیں وہ عزت و حفاظت کے ساتھ رہیں اور مسلمانوں کی ایک بہت بڑی آمد کا سلسلہ برابر جاری رہے یہاں تک کہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی آبادی قائم ہو جائے۔ میں اس کی دل سے دعا کرتا ہوں اور یہاں آ کر بہت خوش ہوا کہ یوں کہ

کر دیکھیے ان گھروں میں پہلے کیا ہوتا ہے اس عمارت میں پہلے کس کا نام لیا جاتا تھا آج اس میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ میں ابھی خطبۂ مسنونہ پڑھ رہا تھا اور دل باغ باغ ہو رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت مجھے دی۔ اگر آج سے بیس سال پہلے کوئی میرا نام لے کر کہتا کہ ایک وقت آئے گا تو انگلستان جا کر گرجے میں محمد رسول اللہ کا نام لے گا اور کہے گا اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ، عبدہ سے بھی چوٹ پڑتی ہے عقیدۂ تثلیث پر اور رسولہ سے بھی چوٹ پڑتی ہے مسیحیت پر۔ وہ بھی کہیں میدان میں نہیں، کسی اسٹیج پر نہیں، بی بی سی ریڈیو پر نہیں بلکہ خاص گرجے میں جا کر اشہد ان محمدا رسول اللہ کی صدا بلند کروگے تو بھائی مجھے یقین نہ آتا۔ اب دیکھئے یہ جماعت کی برکت ہے، یہ تھوڑے سے دینی کام ہونے کی برکت ہے کہ آج گرجے اللہ کی عبادت کا مرکز بن رہے ہیں۔ کم سے کم یہ چوتھا گرجا ہوگا جس میں خطبۂ مسنونہ پڑھنے اور اللہ کا پیغام پہونچانے کی توفیق ہو رہی ہے۔

دوستو! آپ کی حفاظت کا راستہ صرف یہ ہے کہ آپ اللہ کا نام بلند کریں۔ اللہ کا نام بلند کرنے کے لئے ہندوستان و پاکستان میں مسلمانوں کو جتنی کوشش کرنی پڑ رہی ہے۔ اس سے زیادہ آپ کو کوشش کرنی پڑے گی جب آپ محفوظ رہ سکیں گے۔ اس لئے کہ وہاں اسلام تو خدا کے فضل و کرم سے ایک ہزار برس گزار چکا ہے۔ وہاں پر اسلام کے ستون نصب ہیں، وہاں تو اسلام کی جڑیں پاتال تک پہنچی ہوئی ہیں، وہاں تو مسجدوں کے مینارے اور ان کے گنبد آسمان سے باتیں کر رہے ہیں، وہاں تو قال اللہ اور قال الرسول کی فضائیں گونج رہی ہیں، وہاں تو اسلام محفوظ ہے لیکن آج یہاں اسلام تازہ تازہ آیا ہے اور آپ کے ذریعے سے آیا ہے، یہاں کی فضا آپ کے ذریعہ سے کلمۂ توحید اور کلمۂ شہادت سے آشنا ہو رہی ہے اگر تم سے چوک ہوئی اور تم نے کاروبار میں زیادہ وقت لگایا اور تم نے اصل مقصد کو فوت کر دیا اس کی سزا تمہیں بھی بھگتنی پڑے گی اور ہمیں طور پر اس ملک کو بھی اٹھانی پڑے گی اور پھر سارے مسلمانوں بلکہ ساری دنیا کا یہ نقصان ہوگا کہ اسلام کی ہدایت کا دروازہ یہاں کھلتے کھلتے بند ہو گیا اور آپ کے کاروبار کی حفاظت بھی اس میں ہے کہ آپ یہاں اپنی صلاحیت ثابت کریں اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اپنی اہلیت ثابت کریں۔

اس موقع پر آپ کو خاص واقعہ یاد دلاتا ہوں میدانِ بدر میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا کہ جہاں تک ہتھیاروں کا تعلق ہے، تعداد کا تعلق ہے قوتِ بازو کا تعلق ہے مسلمانوں کی فتح کا کوئی امکان نہیں بلکہ مسلمانوں کی شکست یقینی اور کفار کی فتح یقینی ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نگاہ تو کیا، ایک معمولی جرنیل اور فوجی افسر بھی اندازہ کر لیتا ہے، فوجی طاقت کا اندازہ کر لیتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہ جن کا سینہ اللہ نے کھول دیا تھا الم نشرح لک صدرک، جن کو اللہ نے سب سے زیادہ سلیم الفطرت اور سلیم الذہن پیدا کیا۔ آپ کو کیسے اس بات میں شبہ ہو سکتا تھا۔ فوراً آپ

باقی صفحہ

کلام اللہ کی اعجاز آفرینیاں

ضبط، عفو، احسان :-

حضرت امام حسینؓ کے یہاں مہمان مدعو تھے۔ ایک لونڈی دسترخوان پر کھانا چُننے میں مصروف تھی جب وہ شوربے کا پیالہ حضرت امام حسینؓ کے سامنے رکھنے لگی تو اچانک اس کا پاؤں پھسلا جس سے تمام شوربا حضرت امامؓ کے اوپر گر گیا ــــــ امام حسینؓ نے قہر آلود نظروں سے لونڈی کی طرف دیکھا لونڈی تھر تھر کانپنے لگی۔ اس خوف کی حالت میں اس کے منہ سے قرآن کے یہ الفاظ نکلے۔

والکاظمین الغیظ (جو لوگ غصے کو پی جاتے ہیں)

حضرت امامؓ نے لونڈی سے فرمایا۔

"میں نے اپنے غصہ کو روک لیا۔"

پھر لونڈی نے کہا۔

والعافین عن الناس (اور جو لوگوں کی خطائیں معاف کر دیتے ہیں)

حضرت امامؓ نے فرمایا:-

"میں نے تمہاری خطا معاف کر دی۔"

اس کے بعد لونڈی نے آیت کا آخری حصہ پڑھا۔

واللّٰہ یحب المحسنین (اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔)

یہ سن کر حضرت نے فرمایا۔

"جاؤ، میں نے تمہیں آزاد کر دیا۔"

روزن سے آواز :-

ایک وقت تھا جب فضیل بن عیاضؒ ڈاکہ زنی کرتے تھے۔ ڈاکو بھی اس درجہ کے تھے کہ پہلے سے اعلان کر کے ڈاکہ ڈالا کرتے تھے۔ ایک رات وہ اسی نیت سے مکانوں کی چھتوں سے گذر رہے تھے کہ کسی روزن سے ان کو کچھ آواز سنائی دی۔ انھوں نے رک کر روزن سے کان لگا دیئے۔ یہ کوئی شخص اس گھر میں کلام پاک کی تلاوت کر رہا تھا۔ فضیل بن عیاضؒ کے محو سماعت کے وقت یہ آیت پڑھی گئی۔

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ

ترجمہ:- کیا ابھی تک ایمان لانے والوں کے لئے وہ گھڑی نہیں آئی کہ ان کے دل ذکر الٰہی کے لئے گداز ہو کر جھک جائیں۔

ان کلمات مبارکہ نے عجیب تاثیر دکھائی۔ تیر کی طرح فضیل کے دل میں اتر گئے۔ ایک دم نعرہ مارا "ہائے میرے اللہ" ــــ اور اسی لمحے چوری سے توبہ کی بلکہ اپنی ایسی اخلاقی صلاح کی اور روحانی منازل طے کئے کہ آج ان کا شمار ذی مرتبہ صلحائے امت میں ہوتا ہے۔

نقشہ بدل گیا :-

حضرت ذوالنون مصریؒ مشہور بزرگان دین میں سے ایک ہیں۔ جوانی کے دنوں میں ایک عیش پرست عرب کے یہاں ملازم تھے جہاں دور جام چلتا رہتا۔ ایک دن انھوں نے کسی شخص کی زبان سے ایک آیت (متذکرہ بالا واقعہ کی آیت سنی) اور اسے سنتے ہی نہ صرف تمام مناہی سے توبہ کر لی بلکہ زندگی کا رخ ہی بدل دیا اور خدا کے پسندیدہ بندوں میں درجہ پایا۔

حضرت ذوالنونؒ کا اکثر دربار بغداد پر بہت تھا۔ خلیفہ متوکل آپ کی تشریف آوری پر تعظیم کے لئے خود اٹھ کھڑا ہوتا اور وزرا اور درباری سبھی حد درجہ احترام کرتے ایسی صورت حالات میں بالعموم حاسد بھی ابھر آتے ہیں۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے حضرت ذوالنونؒ کے حق میں بدگوئی کی اور خلیفہ کے کان بھرے۔ باتیں ایسی تھیں کہ خلیفہ نے حضرت کو مصر بلوایا۔ آپ دربار میں داخل ہوئے تو مجلس اس مختصر سی آیت کی تفسیر نہایت ہی پرسوز انداز میں بیان کی۔

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

ترجمہ:- بعض بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں۔

انداز کلام ایسا پرسوز تھا کہ جس کے اثر سے خلیفہ کا دل پگھل گیا اور وہ بے اختیار سر دربار رونے لگا۔ ظاہر بات ہے کہ اس سیل گریہ میں وہ تمام چغلیاں بہ گئیں جو حاسدوں نے کان میں ڈال دی تھیں۔

قیامت کے دن :-

سلیمان عبدالملک شام سے حج کے لئے مدینہ منورہ گیا تو حضرت ابوحازمؒ سے ملاقات ہوئی اس ملاقات میں جو گفتگو ہوئی اس کا خلاصہ یہ ہے:-

سلیمان:- روز قیامت بندوں کی ملاقات پروردگار سے کس صورت میں ہوگی۔؟

ابوحازم:- اگر بندہ دنیا میں نیکی کر کے گیا تو اس طرح ہوگی جیسے کوئی شخص مدت کے بعد سفر کر کے اپنے گھر واپس پہنچے اور بہت سامان و اسباب ساتھ لائے۔ اہل خانہ اس کی آمد سے خوش ہوں اور خوب خاطر داری کریں۔ اور اگر بدی کر کے گیا تو اس کا سامنا ایسے ہوگا جیسے کسی کا غلام چوری کر کے بھاگ گیا ہو اور آقا نے اس کی تلاش اور گرفتاری کے لئے پیادے دوڑائے ہوں اور وہ اس کو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑ کر اور گلے میں طوق ڈال کر آقا کے حضور میں لائیں وہ اس وقت آقا کے سامنے کتنا شرمسار اور قابل لعنت و ملامت ہوگا۔!

سلیمان:- (آنکھوں میں آنسو لئے ہوئے) کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں اپنا حال جان لیتا کہ ان دونوں صورتوں میں سے کس صورت میں مالک کے سامنے میری پیشی ہوگی۔!

ابوحازم:- یہ معلوم کرنا بالکل آسان ہے قرآن نے اس حقیقت سے پردہ اٹھا دیا ہے۔

سلیمان:- کس آیت میں۔؟

ابوحازم:- اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ۔

ترجمہ:- بے شک نیک لوگ (جنت کی) نعمتوں میں ہوں گے اور بدکار جہنم میں۔"

اب تم خود ہی اپنے اعمال کا جائزہ لے لو کہ آیا تم ابرار میں سے ہو یا فجار میں سے۔؟

سلیمان:- اگر انجام کار اعمال پر منحصر ہے تو پھر رحمت کیا ہوئی۔؟

ابوحازم:- یہ بات بھی قرآن مجید سے پوچھ لو۔

سلیمان:- یہ کس آیت سے؟

ابوحازم:- اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔

ترجمہ: یقیناً اللہ کی رحمت احسان کیش لوگوں کے قریب ہے۔

سلیمان:- (خوف کی حالت میں روتے ہوئے بے حال ہو کر اٹھتا ہے اور کہتا ہے) اتھا زی اس قسم کی باتیں سننے کی مجھ میں تاب نہیں میرا کلیجہ پھٹا جاتا ہے۔

عدالت جھک گئی :-

ایک عالی مرتبہ بزرگ خاتون کو عدالت میں ایک مرد اور ایک عورت کے ہمراہ گواہی دینے کے لئے جانا پڑا۔ قاضی نے دونوں عورتوں کے بیانات جدا جدا لینے چاہے۔ بزرگ خاتون نے الگ گواہی دینے سے قرآن کی آیت ؎ کی بنا پر انکار کر دیا اور عدالت سے کہا کہ خدا نے دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر اس غرض سے قرار دی ہے کہ اگر ایک کوئی بات بھول جائے تو دوسری یاد دلا دے۔ ظاہر ہے کہ جدا جدا گواہی سے یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

قاضی نے اس قرآنی استدلال کو قبول کر لیا اور دونوں خواتین کی گواہی ایک ساتھ لی۔

یہ بزرگ خاتون حضرت امام شافعیؒ کی والدہ محترمہ تھیں۔

اتیٰ امر اللہ :-

مامون رشید نے وزیر سلطنت فضل برمکی کی بیٹی سے نکاح کیا جو دولت حسن و جمال سے مالا مال تھی۔ دھوم دھام سے شادی ہوئی۔ تنہائی کی اولین ملاقات کے وقت مامون کا اضطراب شوق حد سے فزوں تھا دوسری طرف وہ پری وقار تھی جس نے شرم و حیا سے لفظیں نیچی کئے ہوئے یہ آیت پڑھی۔

؎ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى

(البقرہ ۲۸۲)

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ

ترجمہ:- اللہ کا امر آپہنچا پس اب جلدی نہ مچاؤ!

مامون پر انتہائی برمحل اور معنی خیز آیت سنتے ہی ٹھٹک گیا اور اس پر غشی کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ واضح رہے کہ فی الاصل یہ آیت انتباہ ہے مخالفین حق کے لئے کہ دیکھو اب خدا کا فیصلہ صادر ہونے والا ہے۔ اب بہت زیادہ عجلت پسندی نہ دکھاؤ۔

میرے لئے یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے۔

تقریباً ستر اسی برس پہلے کا واقعہ ہے کہ خواجہ احمد دین امرتسری، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا غلام علی قصوری (ثم امرتسری) ایک مجلس میں اکٹھے ہوئے، دوران گفتگو میں مولانا ثناء اللہ مرحوم نے خواجہ صاحب سے پوچھا کہ جن لوگوں کی زبان میں کوئی کتاب نازل ہوئی ہو اس کا فہم سند ہے یا غیر اہل زبان کا۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ اہل زبان کی زبان و لغت تو سند ہے لیکن ان کا فہم سند نہیں۔ مولانا نے اس کی دلیل طلب کی خواجہ صاحب نے یہ آیت پڑھی۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

ترجمہ:- بدوی عرب کفر و نفاق میں بہت سخت ہیں اور یہ صلاحیت نہیں رکھتے کہ ان احکام کو سمجھ سکیں جو رسولؐ پر نازل ہوئے ہیں ــــ

مولانا ثناء اللہ نے فرط حیرت میں فرمایا "میرے لئے یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے۔"

مسجد بچ گئی :-

قاضی سید علی محمد (متوفی ۱۰۷۰ ہجری) مدفون مزار بیجاپور) اہل اللہ کی صف میں مقام رکھتے تھے۔ ان کو اطلاع ملی کہ بیجاپور کے ایک دولتمند نے اپنے مکان میں متصلہ مسجد کو بھی شامل کر لیا ہے عام مسلمان بیچارے اس کی دولت و قوت کی وجہ سے دم بخود ہیں۔ قاضی صاحب نے اس کو ایک خط لکھا جس میں یہ آیت درج کی۔

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَ سَعٰى فِیْ خَرَابِهَا۔

ترجمہ:- اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس نے اللہ کی مساجد میں رکاوٹ ڈالی کہ ان میں خدا کے نام کا ذکر کیا جائے اور ان کو اجاڑنے کے درپے ہوا۔

اس آیت کا اثر یہ ہوا کہ اس دولتمند نے مسجد کو اپنے مکان سے الگ کر دیا۔

یَدُ اللّٰہ ! :-

حکیم زاہد علی اکبرآبادی کی روایت ہے کہ نادر شاہ کے عہد میں حضرت علیؓ کا روضہ نجف میں تعمیر کیا گیا تو اس کے اوپر سونے کا پنجہ نصب کرنے کی تجویز ہوئی۔ اس پنجہ پر کوئی مناسب کندہ کرانے کا مسئلہ اٹھا۔ عمارت کا منتظم ذات نادر کے مصنف مرزا مہدی علی خاں کے پاس آیا اور اس سے دریافت کیا کہ بادشاہ (نادر شاہ) کی سخت مزاجی کا تمہیں علم ہے۔ لہٰذا پہلے اس کے پاس جاؤ۔ وہ یہ کام میرے ذمہ لگا بھی تو غور کر دوں گا۔ منتظم بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور عرض مدعا کیا کہ پنجے پر کیا لکھا جائے؟ بادشاہ کی زبان سے فی الفور یہ آیت صادر ہوئی۔

یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ۔

ترجمہ:- ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے۔

منتظم عمارت نے یہ قصہ آکر مرزا مہدی علی خاں کو سنایا تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے کہ غیر عالم بادشاہ کے منہ سے ایسی بہترین چیز کا فی البدیہ ادا ہونا مزور کسی غیبی اثر سے ہے۔ مرزا صاحب نے منتظم سے کہا کہ دیکھو تم چند دن کے بعد پھر اس بارے میں پوچھنا کہ آپ نے کیا فرمایا تھا تو لاعلمی کا اظہار کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا بعد میں پوچھنے پر بادشاہ کے ذہن میں وہ بات نہ آسکی اور حکم دیا کہ جاؤ جا کر مرزا مہدی سے دریافت کر لو۔

فیصلہ :-

حضرت شیخ مجدد سرہندیؒ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے درمیان "مکتوبات" کے سلسلے میں کچھ نزاع چل رہی تھی۔ شیخ عبدالحق سرہندی لکھتے ہیں کہ میں ایک دن شیخ عبدالحق کی خدمت میں گیا اور گفتگو کے دوران میں یہ کہا۔

"بزرگان دین میں عداوت ٹھیک نہیں، ہمارا آپ کا منصف قرآن ہے۔ آیئے وضو کر لیں اور قرآن پاک کھولیں پھر جو آیت آغاز صفحہ میں نکل آئے اس کو شیخ احمد مجدد کے حال کی فال سمجھ لیجئے۔"

مولانا نے یہ تجویز قبول کر لی اور ہم دونوں نے وضو کر کے دوگانہ ادا کیا اور پھر نہایت ادب و احترام کے قرآن پاک کھولا۔ صفحے کی پہلی آیت یہ نکلی۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

ترجمہ:- وہ ایسے مرد ہیں کہ جنھیں کوئی کاروبار اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔

مولانا نے اس آیت کے پڑھتے ہی حضرت مجددؒ کی مخالفت سے توبہ کر لی اور آخر عمر تک اس پر قائم رہے۔

تاب ہے تو سنو ! :-

ایک ملاقات میں محمود غزنوی نے حضرت ابوالحسن خرقانی سے کہا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے احوال و اقوال میں سے کچھ فرمایئے۔

خرقانی:- اچھا "تاب ہے تو سنو" وہ فرماتے ہیں جس نے مجھے دیکھا وہ بدبختی سے بے خطر ہو گیا۔

محمود:- لیکن آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ابوجہل ابولہب اور کتنے ہی منکروں نے دیکھا اور وہ بدبخت کے بدبخت ہی رہے۔ پھر کیا حضرت بایزید بسطامیؒ کا درجہ پیغمبر سے بھی بڑھ گیا کہ ان کو دیکھتے ہی بدبختی کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔

خرقانی:- محمود! قطعی طور پر سمجھ لو کہ آنحضورؐ کو ان کے چار یار کے سوا کسی نے حقیقی معنی میں دیکھا ہی نہیں پھر خرقانی صاحب نے یہ آیت پڑھی۔

وَ تَرٰىهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَ هُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ۔

ترجمہ:- اور تو ان کو دیکھتا ہے کہ وہ تیری جانب دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ دیکھنے سے محروم ہیں۔

ابراہیمی انداز :-

ایک مرتبہ مغل اعظم شہنشاہ اکبر کو موحد دین الٰہی نے ارادہ ظاہر کیا کہ وہ اپنی مُہر پر "اللہ اکبر" کا کلمہ کندہ کروانا چاہتا ہے درباریوں سے پوچھا کہ اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟ خوشامد پیشہ امراء نے ہاں میں ہاں ملائی لیکن ایک بزرگ حاجی ابراہیم بھی موجود تھے انھوں نے صاف صاف کہا۔ کہ "اللہ اکبر" کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا بڑا ہے دوسرا یہ کہ اکبر خدا ہے۔ لہٰذا بہتر ہے کہ اس کے بجائے فلذکر اللہ اکبر نقش کرائیں۔ یہ قرآن کی آیت ہے جس کے معنی ہیں کہ اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے بادشاہ نے اس صاف گوئی کو پسند کیا مگر حاجی صاحب سے یہ سوال کیا کہ تم اس کے معنی دوسری طرف کیوں لے گئے؟ حاجی ابراہیم نے عرض کیا کہ میں نے دو امکانی معنی بیان کر دیئے ہیں، بادشاہ نے معذرۃً کہا کہ صرف مناسبت لفظی ہے اور کوئی خاص بات نہیں۔ حاجی ابراہیم اس پر بھی یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ:-

"لیکن خدا کو ایسی مناسبت اور شرک پسند نہیں۔"

آیت کی ہیبت :-

عبداللہ بن حنظلہؓ کے سامنے ایک شخص نے آیت پڑھی۔

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ

ترجمہ:- ان دوزخیوں کے لئے دوزخ ہی کی آگ کا بچھونا ہے اور اسی سے اوڑھنے کا سامان۔

حضرت عبداللہؓ پر گریہ طاری ہو گیا پھر یہ معلوم ہوا کہ ان کی روح پرواز کرنے کو ہے۔ پھر وہ ٹھیک ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ حاضرین نے کہا کہ آپ بیٹھ جائیں۔ کہنے لگے کہ اس آیت کی ہیبت مجھے بیٹھنے سے روکے ہوئے ہے۔

جواب لکھنے کا ارادہ :-

یحییٰ بن اکثم اندلسی کہتے ہیں کہ میں نے بطور امتحان قرآن کا جواب لکھنا چاہا میں نے ارادہ ہی کیا تھا کہ مجھ پر یکایک ہیبت طاری ہو گئی اور اچانک ایک آواز پیدا ہوئی کہ میری آنکھوں سے خود بخود آنسو نکل پڑے میں نے اسی وقت توبہ کی۔

(سیارہ ڈائجسٹ)

سیرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ

(بانی ندوۃ العلماء)

(از سید محمد الحسنی)

مدیر "البعث الاسلامی" و "تعمیر حیات"

ندوۃ العلماء کے تخیل اور نصب العین کے ... اور ان کی خدمات اور خصوصیات اور ان کے بانی ... کے سوانح اور حالات و کمالات سے واقفیت کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بہت ضروری ہے معیاری کتابت و طباعت مجلد مع گرد پوش

پتہ

مکتبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

حرمِ کعبہ میں عید

جہنستانِ بطحا کے مستوں اور متوالوں، جمالِ حق کے مشتاقوں اور انوارِ الٰہی کے شیدائیوں کے لئے شبِ عید لیلۃ الجمعہ کے اجتماع سے بڑھ کر خوشی اور اکتسابِ فضائل کا اور موقع بھی کون سا ہو سکتا ہے وہ تو دیوانہ وار اس شعر کے مصداق بنے ہوئے تھے

عید و عید و عید صرن مجتمعۃ

وجہ الحبیب و یوم العید والجمعۃ

(عیدیں ایک ساتھ جمع ہو گئیں، محبوب کا دیدار یوم عید اور جمعہ کا دن)

اکتسابِ فضائل کا ایک بہترین موقع ان کے ہاتھ لگا سعادت کی ان گھڑیوں سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانے کی غرض سے انھوں نے اپنے آپ کو آستانۂ رب البیت پر ڈال دیا کبھی پروانہ کی طرح شمعِ کعبہ کے ارد گرد والہانہ انداز میں طواف کرنا شروع کیا تو کبھی کعبہ کی چوکھٹ اور حجرِ اسود کے درمیان ملتزم سے لپٹ کر چمٹ گئے گویا اس دلِ تمنا کے ساتھ مصروفِ آہ و فغاں ہو رہے ہیں کہ سے

بہت دنوں لپٹ کر لیلئے کعبہ کے دامن سے

یہ بارشِ آنسوؤں کا تختِ مستی پھر ہرا کر دے

اے پھولِ حبیبِ کبریا جس کو چوما ہے

کر شاد لذتِ عشقِ نبیؐ سے آشنا کر دے

کبھی حطیم کے اندر میزابِ رحمت کے نیچے حق تعالیٰ کی رحمت کے جویشے تو کبھی سجدہ ریز ہو کر گڑگڑانا شروع کر دیا۔ غرض ان حضرات کے لئے تو عید اور عیدگاہ کا مضمون حصولِ رضائے حق کے سوا اور کچھ نہ تھا وہ تو زبانِ حال سے یہی کہہ رہے تھے کہ سے

عیدگاہ ما غریباں کوئے تو

انبساطِ عید دیدن روئے تو

اور ساری الفت میں اور فریاد ہیں اسی ایک آس اور امید پر ہیں کہ سے

بس ہے اپنا ایک بھی نالہ اگر پہونچے وہاں

گرچہ کرتے ہیں بہت سے الغریاد ہم

شب زندہ دار لوگوں نے شبِ عید کو زندہ رکھ کر اپنے درد کی دوا کر لی اور قلب کو زندہ کر لیا۔

جمعہ کی بابرکت صبحِ عید کی پُرانوار کیفیاتِ مسرت کو اپنی آغوشِ نورانی میں لئے ہوئے افقِ عالم پر نمودار ہوئی اجتماعِ سنت کے شیدائی صبح نماز سے فارغ ہو کر عید کے غسل اور ناشتہ کے لئے گھر کی طرف گئے صفِ اول میں جگہ لینے کے خواہشمند فریضۂ صلوٰۃ سے فارغ ہو کر اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہے، عید کی نماز حرم میں عموماً طلوعِ آفتاب کے آدھ گھنٹہ بعد ہوتی ہے۔ جوق در جوق حرم شریف کے ہر ہر دروازہ سے لوگ داخلِ حرم ہو رہے ہیں اور راستہ میں فرشتۂ رحمت کی خوشخبری بگوشِ ایمان سنتے ہوئے پہونچتے ہیں۔

فاذا کانت لیلۃ الفطر (الخ) (حدیث) پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام (آسمانوں پر لیلۃ الجائزہ (انعام کی رات) رکھا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ جل شانہ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں وہ زمین پر اتر کر تمام سڑکوں کے کنارے ہو جاتے ہیں۔ اور ایسی آواز سے جس کو انسان اور جنات کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے پکارتے ہیں کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امت اس رب کریم کی طرف چلو جو عطا فرمانے والا ہے اور بڑے سے بڑے قصور معاف کرنے والا ہے۔ پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالیٰ جل شانہ فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو، وہ عرض کرتے ہیں کہ اے معبود ہمارے اس کا بدلہ یہی ہے کہ مزدوری کو پوری مزدوری دیجائے۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں اے فرشتو میں تمھیں گواہ بناتا ہوں میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی اور خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو مجھ سے مانگو میری عزت و جلال کی قسم آج کے دن اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمھاری مصلحت پر نظر کروں گا۔ میری عزت کی قسم جب تک تم میرا خیال کرو گے میں تمھاری لغزشوں کی ستاری کرتا رہوں گا میری عزت و جلال کی قسم میں تمھیں مجرموں (کافروں) کے سامنے رسوا اور ذلیل نہ کروں گا۔ بس اب تم بخشے بخشائے ہوئے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا بس فرشتے اس ثواب و اجر کو دیکھ کر جو اس امت کو افطار کے دن ملتا ہے خوشیاں مناتے اور بشارت سناتے جاتے ہیں۔" (ترغیب و ترہیب)

پیچھے دیکھتے دیکھتے حرم پاک لبالب بھر گیا اور لاتنگی حرم شریف کے باہر دور دور تک سڑکوں پر جمع ہونے لگے ایک سمت سے تکبیریں کی ایک جماعت نے والہانہ لہجہ میں اس طرح غلغلۂ تکبیر بلند کیا۔

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر

اللہ اکبر و للہ الحمد

جواب میں دوسری سمت کے جمع شدہ تکبیریں کی جماعت نے حق جل شانہٗ کی عظمت و بڑائی کے ان کلمات کو خوش الحانی کے ساتھ ادا کیا۔ آمنے سامنے اس طرح یہ بارِ حق جل شانہٗ کی بزرگی اور حمد کے تکرار اور کبریائی کے اقرار و اظہار کے بعد ایک مرتبہ ان پُرعظمت و جلال الفاظ کو فضائے نورانی میں بلند کیا۔

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد

اس کے بعد تدریجے وقفہ ہوتا اور پھر اس طرح تکبیروں کا سلسلہ شروع ہو جاتا حاضرین حرم محترم بھی ساتھ ہی ساتھ ان مبارک کلمات کو دہراتے رہتے توحیدِ باری و تعظیمِ سبحانی کے نغموں کا سلسلہ اس طرح جاری رہتا تا آنکہ گھڑی نے گیارہ بجنے کے بعد منٹوں کی سوئی کو ۲۴ کے ہندسہ پر پہنچایا، امام حرم آگے بڑھا۔ موذن نے رقت آمیز لہجہ میں الصلوٰۃ الجامعۃ الصلوٰۃ الجامعۃ پکارا مصلیین نے صفیں آراستہ کرنی شروع کر دیں۔ آن کی آن میں رب کعبہ کے لاکھوں پرستاروں کا ایک عظیم الشان حلقہ کعبہ شریف کے ارد گرد دور تک بنیان مرصوص کی طرح قائم ہو گئی۔ امام نے تکبیر کہی اور مصلیوں نے بھی اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ لی بس اب سے

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے

تیری سرکار میں پہونچے تو سبھی ایک ہوئے

اب عاجز بندہ لبعد عجز و نیاز اپنے مالک بے نیاز و ذرہ نواز کے سامنے دست بستہ حاضر ہے، اس کی بخشش و رضا کا طلبگار، اس کے انعام و اکرام پر شکر گزار فریضۂ صیام ادا کر سکنے کی توفیق پر شاکر و شاداں یوم عید کے حصول پر بار بار الفاظ تکبیر کے تکرار کر رہا ہے، امام نے اللہ اکبر کہا سب نے مل کر ایک ہی ساتھ رکوع اور قیام بھی کیا سجدہ بھی قعدہ بھی نماز پوری ہوئی، امام منبر پر تشریف لائے، خطبہ شروع ہوا جھنڈا لہرایا گیا جس کو دیکھ کر اظہارِ مسرت کے طور پر پہاڑ کے سنتری نے ۲۱ توپیں یکے بعد دیگرے چلائیں۔ مگر وائے یہ جہالت مرکز مرکزِ اسلام میں ضعفِ اعمال کا یہ حال دیکھ کر رونا آتا ہے کہ بعض لوگوں نے خطبہ سننے کے بجائے اپنے اپنے مصلّے اور سجادے بغل میں دبائے اور ایک دوسرے سے جلد ملنے لگے، حالانکہ عید کا خطبہ سننا واجب ہے، متشرع اور پابند قسم کے لوگ برابر بیٹھے رہے، باقی لوگوں نے اپنے اپنے گھر کی راہ لی۔ تاہم خدا کا شکر ہے کہ خطبے کے لئے بیٹھے رہنے والوں کی تعداد اچھی خاصی نظر آ رہی تھی خطبہ

(باقی ص ۱۳ پر)

حکومت کے اہم عہدوں پر بھی فائز ہیں اور صدرِ جمہوریہ کے اہم مشیر صہیونی ہی ہیں جن میں دو کا نام ہم یہاں ذکر کرتے ہیں ایک جنرال میلوئیر آسمنس "یہودی امریکی نژاد ہیں اور دوسرے ملیونیر "مانداالیا نوی" ہیں۔

پوپ پال کا دورہ اور مسلمانوں کا قتلِ عام:۔

پوپ پولس کی تقریباً ۱۰ ماہ کی زیارت کے بعد مسلمانوں کا قتلِ عام شروع ہو گیا اور یہ سلسلہ دس ماہ سے اب تک چل رہا ہے سب سے پہلے اپنے منصوبے کو طول مسافت والے گاؤں اور دور دراز علاقوں پر جہاں آلا جا کی تنظیم قائم ہے آزمایا اور حملہ کر کے مکانوں کو نذرِ آتش کرنا لوگوں کا قتلِ عام کرنے اور اصل مالکان کو مکان چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کرنا اور اس پر قبضہ جمانا اور مالکِ اصلی کی طرح رہنا تھا اور یہ سب پہلے سے بنائی ہوئی اسکیم کے مطابق کرتے تھے اور مسلمانوں کو کانوں کان خبر نہ ہوتی تھی۔

سازش اور دھوکہ:۔

عیسائی مسلمانوں کو صلح اور بات چیت کی غرض سے لے جاتے اور ایک جگہ قید کر دیتے تاکہ اچانک اپنی چالوں اور سازشوں میں کامیاب ہو جائیں اور صلح و صفائی سے گریز کر کے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلیں اور جب مسلمان ان کی چالوں کو سمجھ گئے تو مخالف لوگوں نے اپنے آپ کو منظم کیا اور مقابلہ کی تیاری کی کیوں کہ اب ان کو مقابلہ کرنا تھا۔

عیسائی مسلمانوں کو شہید کر کے ان کے ناک کان کاٹ ڈالتے تاکہ وہ پہچانے نہ جا سکیں کیوں کہ اس کے بدلہ میں مسلمان کسی مالدار عیسائی کو بدلے میں قتل کر ڈالتے۔

دس ماہ پہلے چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ شروع ہوا اس وقت سے اب تک ۱۰ ہزار مسلمان شہید ہو چکے ہیں اور تقریباً ۵ ہزار سے زاید زخمی ہوئے اور ۵۰ ہزار سے زائد بھگا دیے گئے اور ۴ ہزار سے زاید گھر جلا دیے گئے اور ۱۰۰ سے زائد مسجدیں شہید کر دی گئیں۔

جنگ کے مقاصد:۔

مسلمانوں کو ترکِ وطن پر مجبور کرنا اور ان کی زمینوں پر قبضہ کرنا۔ جنگ کے ذریعہ مسلمانوں کا قتلِ عام تاکہ تعداد کم ہو جائے مسلمانوں کی تعداد کم ہو جانے پر اور زمین پر قبضہ کر لینے سے اسلام کا وجود ہی خطرے میں پڑ جائے گا۔ اور مسلمانوں کی جانب سے کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔

حکومت کا موقف:۔

حکومت کو جب معلوم ہوا کہ یہ خبریں باہری ممالک میں پھیل گئی ہیں تو اس نے ان جگہوں کے لئے اپنی فوج بھیجدی فوج نے عیسائیوں کے مسلمانوں پر حملہ کو تو روک دیا لیکن ان کے ساتھ عیسائیوں کے گھروں کی دیکھ بھال نگرانی اور ان کی اپنی حمایت میں واپس دلانے کا کام لیا اور مسلمانوں کو تباہ حال چھوڑ دیا۔ کیونکہ انتخابات قریب تھے اور انتخاب میں صدر نے عیسائی امیدواروں کو مسلم حلقوں سے کھڑا کیا اگرچہ مسلم امیدوار بھی کھڑے ہو سکتے تھے۔

طپائن میں نہ تو سیاسی جنگ تھی اور نہ تجارتی بلکہ یہ صرف دینی جنگ تھی جس کو عیسائی حکومت کی مدد سے لڑ رہے تھے، تاکہ اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ کریں۔

بقیہ ملتِ اسلامیہ تعمیر و تخریب کے دوراہے پر

کی ابنیت نے دیکھ لیا اور نگاہِ نبوت نے سمجھ لیا کہ ظاہری آثار کیا ہیں، پھر آپ نے کیا کیا؟ آپ زمین پر سر رکھ کر سجدے میں پڑ گئے اور فرمانے لگے۔ اے اللہ! میں اس چھوٹی سی مٹھی بھر جماعت کے بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتا یہ کیا کرے گی۔ اس کے پاس ہے ہی کیا، یہ نہتے، بے دست و پا جماعت، یہ کنگال جماعت جو گھر میں بھی اپنے بال بچوں اور گھر والوں کے لئے کچھ چھوڑ کر آئی ہے جس کے پاس تلوار نہیں تلوار ہے تو نیام نہیں، جس کے پاس دو گھوڑے ہیں اور چند اونٹ ہیں کس منہ سے کہوں کہ یہ فتح کی مستحق ہے۔ لیکن ایک بات کہتا ہوں انھوں نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ جب تک رہیں گے، توحید کی منادی کرتے رہیں گے اور ہدایت کے لئے کوشش کرتے رہیں گے۔ اب تجھے اختیار ہے ان کو ختم کر کے ان کا دروازہ بند کر دے، اس کا امکان ختم کر دے یا ان کو باقی رکھ کر اس کا سلسلہ جاری رکھ۔

"اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لم تعبد" اے اللہ! اگر تو اس مٹھی بھر جماعت کو ہلاک کر دیگا تو تیری پرستش نہیں ہوگی۔ یہ معمولی آدمی کے کہنے کی بات تھوڑی تھی، اس لئے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا اعتماد چاہیے تھا اور اس قوم کی صلاحیت بھی چاہیے تھی کہ اس کے اخلاص کے متعلق پورا اطمینان تھا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں یہ اس کی پوری تصدیق کریں گے۔ اے اللہ اگر تو اس مٹھی بھر جماعت کی ہلاکت کا فیصلہ کرتا ہے کہ ان بھیڑیوں کے دانتوں میں ان کے سر اور سینہ تو میں کچھ نہیں کہتا، صرف ایک بات کہتا ہوں کہ تیری حقیقی عبادت دنیا میں نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ یہی وہ لوگ ہیں جو اس کا فیصلہ کر کے آئے ہیں۔ پھر کیا ہوا؟ میدانِ بدر میں تمام کے قرائن آثار اور توقعات اندازے اور حسابات کے خلاف مسلمانوں کی فتح ہوئی۔ اس کا مطلب یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے ضمانت لی۔ قیامت تک رہنے والی یہ جماعت کہ اگر یہ رہتے ہیں تو تیرا ہی کام کرتے رہیں گے اور جب تک رہیں گے اللہ ہی کا کام کریں گے۔

بس دوستو! یہاں یورپ میں بھی تم یہ فیصلہ کرتے ہو کہ زندگی کا اچھا نمونہ پیش کرو گے۔ یہاں تبلیغ کے لئے وقت نکالو گے اور اپنی اس قوم کی ہدایت کے لئے اصلاح کے لئے وقت نکالو گے۔ اپنے اخلاق سے، اپنے اعمال سے اپنی سرگرمی سے اپنی فکر اور دھن سے تو انشاء اللہ اس ملک میں اسلام کو مضبوط کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمھاری نسل کی حفاظت کرے گا۔ تمھارا مستقبل محفوظ اور یقینی اور اگر یہ نہیں ہے تو بھائیو ایسے کاروبار میں تو ہندوستان کے، روڑ کی اور پاکستان کی بہت سی برادریاں تم سے بڑھی ہوئی ہیں پھر تمھاری کیا خصوصیت ہے کون سا ایسا تیر مار دیا ہے اور ایسے چار چاند لگا دیے ہیں۔ یہاں تو تمھاری جو کچھ خصوصیت اور قابلیت ہو وہ یہ کہ تم اس ملک میں جس کی زمین ہدایت کے لئے پیاسی ہے جس کے آسمان ہدایت کے لئے پیاسے ہیں، جس کی فضا ہدایت کے لئے پیاسی ہے۔ وہاں تم یہ عہد کرو کہ ہم انشاء اللہ یہاں پھیلائیں گے چمکائیں گے۔ اپنی زندگیوں سے بھی اپنی تبلیغ و تبلیغ سے بھی اور انشاء اللہ یہاں سچے پکے مسلمان بن کر اسلام کا جھنڈا بلند کریں گے۔

دوستو! مجھے صرف یہی کہنا ہے کہ اللہ کے لئے وقت نکالنے میں پس و پیش نہ کیجئے، اس لئے کہ اس میں تمھاری ذات تمھارے مال اور مستقبل کی حفاظت ہے ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون خدا کی مخفی تدبیروں کو کوئی نہیں جانتا اور جن کی قسمت میں نقصان اٹھانا لکھا ہے۔ وہی اللہ کی مخفی تدبیروں سے مطمئن ہو سکتے ہیں خدا جانے کس وقت ان کے دل میں یہ خیال پیدا کر دے کہ ان کالے لوگوں کو نکالیں، خدا جانے کون سا مسئلہ کھڑا ہو جائے اس وقت تم دیکھتے رہ جاؤ گے اور جہاز بھر بھر کر تم کو بھیجا جائے گا۔ آج دل تمھاری طرف متوجہ ہیں، تمھارا خیر مقدم کر رہے ہیں، تمھاری ضرورت محسوس کر رہے ہیں، کل تمھارے خلاف باغی ہو جائیں گے اور اس کے آثار شروع ہو گئے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ تنبیہ کرنا چاہتے ہیں تو ایسے موقع پر ایسے آدمیوں کو کھڑا کر دیتے ہیں جو تمھاری دشمنی کا نعرہ لگاتے ہیں تاکہ تمھاری آنکھیں کھل جائیں کہ افقِ پر دیکھو کوئی ہونے والا ہے، بادل اٹھ رہے ہیں، بجلی چمک رہی ہے، پانی برسنے والا ہے، اپنی چھتوں کو مضبوط کر لو برسات کا موسم آ گیا ہے۔

میرے یورپ کے دوستو! برسات کا موسم آ گیا ہے۔ اپنی چھتوں کے سوراخوں کو بند کر لو، اپنا غلہ جمع کر لو، برسات میں تمھیں موقع نہیں ملے گا، ہر ملک کی ایک برسات ہوتی ہے، برما کی برسات آ گئی اور معلوم نہیں کتنے ملکوں کی برسات آ گئی یورپ کی برسات آنے سے پہلے پہلے تیاری کر لو اور یہاں اپنا استحقاق اور اللہ کے یہاں اپنی صلاحیت ثابت کر دو کہ تم رہو گے تو اسلام رہے گا۔ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ تمھیں محفوظ رکھے گا اور ہوا کا رخ ایسا بدلے گا کہ یہ بھی دیکھتے رہ جائیں گے اور یہی تمھاری خوشامد کریں گے کہ تم رہو۔ "القلب بین اصبعی الرحمٰن" انسان کا دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ اس لئے دل کو بدلتے دیر نہیں لگتی۔ دل کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا سامان کرو اور وہ سامان یہ ہے کہ اپنی افادیت ثابت کرو اپنی افادیت سے تم مفید ہو، اس سر زمین کے لئے تم اس زمین پر بار نہیں ہو تم اس زمین پر اللہ کی رحمت ہو، پھر انشاء اللہ کوئی خطرے کی بات نہیں۔

یہ میں نے بہت دنوں تک بات کہہ دی بس مجھے جو کچھ کہنا تھا وہ ڈیوزبری میں پہلی تقریر میں اور اب یہ غالباً اس سلسلے کی اس موضوع کی آخری تقریر ہے، میری دونوں تقریریں بھی پڑھ لینا، بھی سن لینا۔ اس میں انشاء اللہ اس ملک میں رہنے کے لئے پورا پیغام ملے گا۔ جس طرح سوچنا چاہیے، جو تیاریاں اور انتظامات کرنے چاہییں وہ آ گئے ہیں، عمل کرنا تمھارا کام ہے میری دعا ہے کہ اللہ تمھیں بھی اور مجھے بھی ان کلمات سے نفع پہونچائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

اسی طرح کوئی مسلمان جس کے دل میں روح اسلام موجود ہو ظلم و کسی کو اور جبریت آمریت کو اس سرزمین پر سایہ فگن ہونے کو برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ یہ ہرگز گوارہ نہیں کر سکتا کہ آمریت لوگوں کو اپنا غلام بنا لے درآنحالیکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا تھا۔ مسلمان تو اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ اپنے خالق و رازق کی اس دعوت پر لبیک کہتا ہوا آگے بڑھے گا۔

> "اور تم خدا کی راہ میں کیوں نہ جنگ کروگے جب کہ مظلوم مرد عورتیں اور بچے کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے نکال، جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنے پاس سے ہمارا کوئی سرپرست اور مددگار بھیج۔"

صرف مسلمان بن جاؤ! تنہا یہ بات تم کو شجاعت دانگی اور جرات و عزم کے ساتھ استعمار سے جنگ آزما کر دے لیکن اگر تم استعمار سے جنگ نہیں کرتے تو ذرا اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھو کہیں تم اپنے ایمان کے بارے میں کسی فریب کا شکار تو نہیں ہو۔ ورنہ استعمار سے جنگ کرنے سے پہلو تہی کیوں؟

صرف مسلمان بن جاؤ! تنہا یہ بات تم کو تمام اجتماعی مظالم سے لڑا دے گی۔ لیکن تم ان مظالم سے پرجوش جنگ نہیں کرتے تو ذرا اپنے دل کا جائزہ لے کر دیکھو کہیں تم اپنے ایمان کے بارے میں کسی فریب میں تو مبتلا نہیں ورنہ اجتماعی مظالم سے کشمکش کرنے سے گریز کیوں؟

دنیا کے تمام نظام اور مذاہب اپنے اپنے میدان کا انتخاب کرتے ہیں اور بس اسی میدان میں انصاف و حق اور آزادی کی جنگ لڑتے ہیں۔ لیکن اسلام بیک وقت تمام میدانوں میں ظلم و تعدی اور جبر و استبداد سے جنگ کرتا ہے وہ حریت کی تحریکوں کی پرورش کرتا ہے اور تمام انقلابیوں کو منظم کرتا ہے۔

علاوہ ازیں دوسرے نظاموں کے علمبردار جب اپنی ہی قوتوں کے اعتماد پر آگے بڑھتے ہیں۔ اس وقت تمام میدانوں میں دنیا میں طلب شہادت کا جذبہ لئے ہوئے بڑھتے ہیں کہ اسے آسمانی بقائے دوام حاصل ہو جائے۔

> یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنین سے جنت کے بدلے میں ان کی جان و مال کا سودا کر لیا ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں تو قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں۔ یہ توراۃ انجیل اور قرآن میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے کیا ہوا پختہ وعدہ ہے اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنے وعدے پورا کرنے والا ہے۔

بقیہ حرم کعبہ میں عید

ختم ہونے کے بعد خندہ پیشانی کے ساتھ لوگ باہم عید ملنے لگے۔ یہاں جب عید ملتے ہیں تو "من العایدین" کہہ کر عید کی مبارک باد پیش کرتے ہیں اور مخاطب جواب میں ان الفاظ میں مبارک باد لوٹاتے ہیں۔ "کل عام و انتم بخیر" دونوں کا مفہوم یہی ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ تمہیں خیر و عافیت کے ساتھ ہر سال عید نصیب کرے اس طرح عید ملتے ملاتے اپنے اپنے گھر پہنچ کر اہل و عیال خویش و اقارب کو صمیم قلب سے عید کی مشفقانہ و محبت بھری مبارک باد نیک دعاؤں کے ساتھ پیش کرتے ہیں اس کے بعد عید ملنے کے لئے کہیں باہر نہیں نکلتے۔ بلکہ ظہر تک آرام کرتے ہیں۔ نماز عصر کے بعد اپنے اپنے بچوں کو لے کر بعض احباب سے ملنے جاتے ہیں اور بعض طائف شریف وادی فاطمہ اور دیگر باغوں کی طرف سیر و تفریح کے لئے نکل جاتے ہیں۔ البتہ اکثر مستورات خاص طور پر عید کے دن عصر کے وقت طواف کے وقت حرم شریف میں حاضر ہوتی ہیں۔ الغرض حق تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ خوشیوں کا یہ دن لوگ اپنے اپنے ذوق اور حال کے مطابق منا کر واپس لوٹتے ہیں عموماً عید کے میل ملاقات کا مسرت آمیز سلسلہ ہفتہ بھر جاری رہتا ہے۔

بقیہ اداریہ

مذہبی معتقدات اور اس کی تہذیب نہ زمانہ حال سے کوئی مطابقت رکھتی ہے نہ اس کے اندر افادیت اور انسانی خدمت کا کوئی پہلو ہے نہ اس میں عالم گیر پیام بننے کی صلاحیت ہے یہ چند کہنہ اور فرسودہ معتقدات و روایات کا ایک مجموعہ ہے، جس کو جدید جاپان اپنے سینہ سے لگائے ہوئے ہے اور یہ اس کی قوت ارادی اور اپنے ماضی سے وابستگی کا کرشمہ ہے کہ اس نے اس کو ابھی تک ترک نہیں کیا ہے لیکن اسلامی ممالک کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ ان کے پاس ایسا دین، ایسی شریعت اور ایسا

قانون ہے جس کے لئے قدیم و جدید کی اصطلاح بے معنی ہے، ایسی تہذیب جس کی اساس حقائق ابدی پر ہے یہ ایک ایسا ابھار درخت ہے جو کسی وقت بھی نمو کی طاقت اور برگ و بار لانے کی صلاحیت سے محروم نہیں ہوتا، اس بنا پر ان ممالک کے لئے جدید علم و صنعت، اور اپنے ابدی عقائد و حقائق کے درمیان اتحاد و تعاون پیدا کرنے میں قطعاً کوئی زحمت پیش نہیں آ سکتی۔ اور اس کے نتائج اس سے کہیں زیادہ انقلاب انگیز اور عالم گیر اثرات رکھنے والے نکل سکتے ہیں، جتنے کہ جاپان کے اس تجربے سے برآمد ہوئے، جاپان اور ہر روایت پرست ملک میں یہ کوشش شیشہ و آہن، اور پنبہ و آتش کی باہم آمیزی کی کوشش کے مرادف ہے، لیکن ایک مسلمان کے نزدیک اس میں کوئی تضاد و تناقض نہیں ہے اس کے نزدیک دین صحیح اور علم صحیح کا ٹکراؤ ممکن نہیں اور اس کے نزدیک حکمت مومن کا گمشدہ مال ہے اور وہی اس کا حقیقی مالک ہے اس کے نزدیک وسائل کی خیر و شر ہونے کا فیصلہ اس پر منحصر ہے کہ وہ کن مقاصد کے ماتحت استعمال ہوتے ہیں۔ اس کے نزدیک ہر طاقت، ہر تحقیق، ہر علم موثر ذریعہ اسی لئے ہے کہ وہ خدا کے دین کے لئے استعمال ہو اور مخلوق کے فائدے کے کام آئے اس کا فرض ہے کہ وہ اس کو غلط محل سے نکال کر صحیح محل میں استعمال کرے اور اس کو تخریب کے بجائے تعمیر کا ذریعہ بنائے، لیکن اس کام کے لئے وہ ذہانت جرأت اندیشہ اور وہ ایمان و خلوص درکار ہے جو ہر تقلیدی رجحان، ہر چلتے ہوئے نعرے اور ہر شخصی و جماعتی مفاد کا مقابلہ کر سکے، جس کے خاطر ہمارے اسلامی ملکوں کے سربراہ اس سب ایثار و قربانی پر آمادہ ہوں جو اس کے لئے مطلوب ہے اور جس کے نتیجہ یا انعام کے طور پر اولاً ان کو اپنے ملکوں میں محبوبیت کا وہ مقام حاصل ہوگا جو اور کسی ذریعہ سے ان کو حاصل نہیں ہو سکتا۔

منی آرڈر کوپن پر پتہ صاف اور خوشخط تحریر کیجیے۔

فلپائن میں مسلمانوں کا قتل عام

ترجمہ و تلخیص: محمود الازہار ندوی

★

فلپائن ۷ ہزار جزیروں پر جنوب مشرقی ایشیا انڈونیشیا اور ایشیا کے جنوبی کنارے پر ہے۔ فلپائن کی آبادی ۳۶ ملین ہے ۴ ملین سے زائد مسلمان ۳۰ ملین کیتھولک عیسائی ۲ ملین پروٹسٹنٹ عیسائی اور ایک ملین مذہب ... ہے اور پوری آبادی ملائی اور انڈونیشی ہے۔

اسلام کا داخلہ

اس جزیرہ میں اسلام ... عرب تاجروں کے ذریعہ آیا پھر ایرانی ہندوستانی اور چینی آئے ...... جس میں سے بعض صرف اسلام کی نشر و اشاعت کی غرض سے آئے۔ شمال جنوب اور ... تک کہ پوری ریاست میں اسلام پھیل گیا، اس وقت سے فلپائن کی مختلف ریاستوں میں مسلمان حکومتیں قائم ہو گئیں۔ ریاست صولو کے پہلے سلطان شریف ہاشمی ابوبکر تھے جو حضرموت سے آئے تھے اور کہا جاتا ہے کہ سلطان شریف محمد کفوان ملکا آئے تھے اور کہا جاتا ہے کہ ان کے والد عربی اور ماں مالکہ شہزادی تھیں اور تیسری بڑی ریاست منیلا کے پہلے سلطان راجہ سلیمان تھے اس کے علاوہ بہت سے ایسے آثار بھی پائے جاتے ہیں جس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ فلپائن میں اسلام بہت پہلے عباسیوں کے عہد میں داخل ہو چکا تھا۔

کشمکش کی ابتدا:

۱۵۲۱ میں اسپین نے فری مشن عیسائیوں کا ایک وفد ہندوستان کا راستہ تلاش کرنے کی غرض سے روانہ کیا، یہ وفد بحر الکاہل سے گذرتا ہوا فلپائن کے جزائر پر لنگر انداز ہوا پورے جزیرے میں خاص طور سے وسطی علاقوں میں گھومتی اور مسلمانوں کی تعداد بہت کم دیکھ کر اقامت اختیار کر لی لیکن جلد ہی "ماجلان" "لابولابو" کے درمیان کشمکش شروع ہو گئی اور دونوں قتل کر دیئے گئے اور باقی اسپینی بھاگ گئے۔

اسپینیوں کی دوبارہ آمد:

اس کے بعد اسپینی دوبارہ آئے اور اس پر قبضہ کر لیا تاکہ بحری آمد و رفت میں آسانی ہو اور اس لئے مسلمانوں اور اسپینیوں میں کشمکش شروع ہو گئی۔ اور جھڑپیں ہونے لگیں اور یہ سلسلہ ابھی تک قائم ہے۔

اسپینی اس جزیرے پر قابض ہو گئے اور شہنشاہ فلپ کی نسبت سے اس کا نام فلپائن رکھ دیا جو اس وقت اسپین میں حکومت کر رہا ہے۔

اسپین نے ۱۵۷۰ – ۱۸۹۹ کے قبضہ کے دوران دو شمالی جزیروں "لوزون" پر بھی قبضہ کر لیا اور فلپائن کے اندر گھس گئے اور جنوبی حصہ کو بھی ... اور صولو بدستور آزاد ہے ... مستحکم تھے اور اس وقت سے عیسائیوں اور مسلمانوں ...

... میں مسلسل کشمکش چلتی رہی۔ اور اسے تین سو سال سے زائد ہو گذر گیا۔

اسپینیوں نے فلپائنیوں کی فوج ترتیب دی اور اہل جنوب سے جنگ کر سکیں لیکن مسلمانوں پر غلبہ نہ حاصل کر سکے۔ ... تعداد بلحاظ عیسائیوں کے قتل کر دی گئی اور دفاع کرتے ہوئے شہید ہونے والے مسلمانوں کی تعداد ان گنت ہے۔ اسپینی اور اس کے بعد کی تمام حکومتیں ... قبضہ کرنے کی کوشش کرتی رہی لیکن ناکام رہی۔

اسپین ایک امریکی نو آبادی:

۱۸۹۸ میں امریکا نے اسپین پر قبضہ کر لیا۔ اور دسمبر ۱۸۹۸ میں ایک معاہدہ کیا جس کی رو سے اسپینیوں نے فلپائن کو امریکا کے حوالہ کر دیا اور اس طور سے امریکا کی حکومت ہو گئی۔

امریکی بھی اسپینیوں کے نقش قدم اور راستے پر چلنے لگے اور مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے لگے اور مسلمانوں سے جنگ کے لئے متعدد جنرل متعین کئے جن میں سب سے آخر میں جنرل جان جیسٹن ہوا اور وہ بھی "منداناؤ" آرخبیل اور صولو کے مسلمانوں پر غلبہ نہ حاصل کر سکے۔

جنگ میں ناکامی کے بعد:

جب امریکا مسلمانوں کو جنگ و خونریزی کے ذریعہ ختم نہ کر سکا تو مسلمان لیڈروں کو طرح طرح کا دھوکا دینا شروع کیا اور مختلف قسم کی سیاسی چالوں میں باندھا اور اسی میں امریکا کو کامیابی بھی ہوئی ... اور اس دوران فلپائن کی مسلم آبادی دوسرے ... ممالک میں اقتصادی زراعتی ترقی حاصل کر کے آگے رہی اور ملک کے اہم عہدوں پر فائز ہوتی رہی۔ مسلمان چونکہ جنگ میں مشغول تھے اس لئے وہ مادی ترقیاں تو حاصل نہ کر سکے اور اسلامی تہذیب و تمدن سے بھی بہت دور ہو گئے کیونکہ دنیا کے باقی مسلمانوں سے ان کے روابط ٹوٹ گئے اور یہ رشتہ تقریباً ... سال تک منقطع رہا۔

فلسطین ثانی:

امریکا نے مسلمانوں کو ... سے الگ کیا اور اس طرح سے مسلمان امریکا کے قبضہ میں آ گئے تب اس نے عیسائیوں کو "لوزون" لیا اور اس ... سے منداناؤ کی طرف ہجرت کرنے کی مہم شروع کی۔ عیسائی اپنے ساتھ فلسفہ اور جدید تعلیم عیسائی ثقافت ... لاکر آئے اور مسلمانوں میں اس کو پھیلا دیا اور مسلمان اس طرح دن بدن اسلامی ثقافت اور اسلامی تعلیم سے دور ہو گئے اور عیسائی ثقافت کا اثر ان پر ظاہر ہونے لگا۔

بیداری:

تقریباً ... سال پہلے ۱۹۶۰ میں جب ...

... آزاد ہو ... میں مسلمانوں کی ... کوئی منظم ... بنایا اور ... اپنے تعلقات ہی کو ... مسلم ممالک ... انہوں نے ایک مسلم بھائی کا پاکستانی وفد آیا۔ جس نے ان کی جمعیتوں کو منظم کیا اور اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ تمام عرب اور اسلامی ممالک سے اپنے تعلقات کو جوڑیں اور اسلامی ممالک سے اپنے آپ کو قریب کریں۔

اسلامی سرگرمیوں پر پابندی:

مسلمانوں کی بیداری اور تنظیم کو دیکھ کر حکومت نے مستقبل میں مسلمانوں کی قوت اور تنظیم سے خطرہ محسوس کیا اور مسلمانوں کی طاقت کو کمزور کر دینے کے لئے ... کے علاوہ ایک ... حکومت نے اسلامی سرگرمیوں ... پر پابندی لگا دی کیوں کہ بقول حکومت اس سے ... پرستی کو تقویت ملتی تھی اور عام انتخاب میں حکومت نے ایسے افراد کھڑے کئے جنھوں نے مسلمانوں اور ان کے لیڈروں پر پابندی لگانے میں اہم رول ادا کئے تھے اور اس پر سے مزید برآں حکومت نے عیسائیوں کو طرح طرح کی سہولتیں دیں تاکہ اسلامی علاقہ میں اپنے قدم مضبوط کر لیں اس کے علاوہ حکومت نے مسلمانوں کی بڑی شخصیتوں کے بیرونی سفر پر بھی پابندی لگا دی اور عربی زبان کے استادوں کا داخلہ فلپائن میں ممنوع قرار دے دیا اور پابندی میں اتنی سختی برتی کہ بعض اشخاص کو حج سے بھی منع کر دیا گیا۔

فری میسن کی سرگرمیاں:

فری میسن کے افراد اور کیتھولکوں نے جب مسلمانوں کی بیداری اور اسلامی سرگرمیوں کو محسوس کیا تو خود بھی اسکول اور تربیت گاہیں قائم کرنے لگے اور گرجا گھر اور ہوسٹل بنوائے تاکہ مسلمانوں کو اس تعلیم کا محتاج اور ان کی رعایتوں اور توجہ کا نشانہ بنائیں کیوں کہ تعلیم مفت تھی ...... اسی کے ذریعہ مسلمانوں کے دلوں میں عقیدہ کو کمزور اور عدم موالات کی پالیسی ترک کرانے میں مدد دے گی اسی طرح اسلامی علاقوں میں پریس اخبارات اور اشاعتی ادارے قائم کئے اور حکومت نے فری میسن کی خفیہ مدد کی اور ان سے مل کر ایک تنظیم قائم کی جس کو آکا جاب کہتے ہیں اور اس کا تعلق عالمی صہیونی تحریک سے ہے۔

مسلمانوں سے برسرپیکار طاقتیں:

مسلمانوں سے برسرپیکار ... اس وقت حکومت عیسائی اور یہودی ... کی قوت ملک میں کافی مضبوط ہے ...

(باقی صفحہ ۲۲ پر)